تاریخ کی سچائیاں
اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان
خورشید مصطفےٰ رضوی
ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۶

تاریخ کی سچّائیاں

اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان

تاریخ کی سچّائیاں

اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان

یعنی

تاریخِ ہند کی وہ حقیقتیں جو ہماری نظروں سے
دیدہ و دانستہ اوجھل کردی گئیں

از
خورشید مصطفٰے رضوی

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

TAREEKH KI SACHCHAIYAN
AURANGZEB AUR TIPU SULTAN

by

KHURSHEED MUSTAFA RIZVI

Ist Edition 2000
IInd Edition 2001
ISBN 81-86232-11-7
Price. Rs.30/-

کتاب کا نام	تاریخ کی سچائیاں۔اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان
مصنف	خورشید مصطفےٰ رضوی
پیش کش	منور عباسی
باراوّل	سنہ ۲۰۰۰ء
باردوم	سنہ ۲۰۰۱ء
قیمت	۳۰ روپے
مطبع	کاک آفسیٹ پرنٹرس، دہلی۔

Published by
Educational Publishing House
3108, Gali Vakil, Kucha Pandit, Lal Kuan Delhi-6(India)
Ph.: 3216162, 3214465 Fax:91-011-3211540
E-Mail: eph@onebox.com

انتساب

گنگا جمنا کے پاک اور خوبصورت سنگم
کے روشن چراغ

بشمبر ناتھ پانڈے

کے نام

جنہوں نے وطن کی تاریخ میں انگریزوں کے
ذریعے بھری گئی گندگی اور زہر کو صاف
کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اپنی والدہ

مرحومہ سیدہ صابرہ خاتون

کی یاد میں

تری آرزو میں ڈوبی جو یہ زندگی نہ ہوتی
تو چراغ لاکھ جلتے، کبھی روشنی نہ ہوتی

"ہندوستان پر حملے تاتاریوں، ترکوں، منگولوں، ایرانیوں، پرتگیزیوں اور انگریزوں نے کیے۔ یہ سب علیٰحدہ قوموں اور ملکوں کے لوگ تھے مگر ایک خاص مقصد اور پالیسی کے تحت بعض حملوں کو "مسلمانوں کے حملے" لکھ کر کتابیں مرتب کی گئیں ـــــ فرقہ پرستی کو ختم کرنے کے لیے ان کتابوں کو بدلنا ہوگا۔"

ملائم سنگھ
(سابق چیف منسٹر اتر پردیش)

ترتیب

کچھ اس کتاب کے بارے میں

بہ ظاہر یہ کتاب چند تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جن میں تاریخ ہند کی کچھ ایسی سچائیاں خصوصاً اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان کے متعلق سامنے لائی گئی ہیں جنہیں انگریز مؤرّخوں نے ہماری نظروں سے اوجھل کر کے ہمارے ذہنوں میں زہر بھر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب خورشید مصطفٰی رضوی نے جس محنت، جاں فشانی اور قومی جذبے سے یہ کام کیا ہے وہ انتہائی قابلِ قدر اور لائقِ ستائش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اُن کے یہ مضامین میری نظر سے گذرے اور اکثر و بیشتر ملاقات اور تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملا تو بے اختیار جی چاہا کہ یہ سب کچھ اگر کتاب کی صورت میں آجائے تو کم از کم آئندہ کے لیے محفوظ ہو جائے گا جس سے تاریخ کی نئی راہیں تلاش کرنے والوں کو بڑی مدد مل سکے گی۔ پھر یہ کہ موجودہ دور کی فرقہ واریت کے بڑھتے ہوئے اثرات کی روک تھام کرنے میں کچھ مدد اور اشارات مل سکیں گے اور اگر یہ تحقیق فرقہ پرستی کے زہر کا علاج کرنے میں کچھ بھی کارآمد ہوئی تو بڑی قومی اور وطنی خدمت ہوگی۔ اسی جذبے سے اس کام کا بیڑہ اس خاکسار نے اُٹھایا ہے ورنہ کوئی مالی منافع یا نام وری کی خواہش قطعی اس تہہ میں نہیں ہے۔

بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ مصنّف نے جو اشارات اور حوالے مہیّا کر دیئے ہیں وہ اس موقع پر اور زیادہ تحقیق اور چھان بین کی راہیں نکالنے کے لیے کام میں لائے جائیں اور مستقل مزید کام کیا جائے جو کچھ مشکل نہیں ہے۔ دوسری اس سے بھی زیادہ اہم ضرورت یہ ہے کہ اس تمام کاوش اور چھان بین کو ہندی اور انگریزی میں منتقل کیا جائے، کیا اچھا ہو کہ کوئی قومی ادارہ یہ کام کرے۔ مجھے خوشی

ہے کہ بعض حضرات کو اس طرف توجہ تو ہوئی ہے مگر ابھی آٹے میں نمک کی سی حیثیت ہے اور اوپر والی سطح پر تو نمک بھی نہیں ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس زہر کا علاج نہ ہوگا تو فرقہ واریت کی آندھیاں ہمارے قومی اور وطنی آب و رنگ کو خاک کرتی چلی جائیں گی اور سیکولرازم، انسانیت اور رواداری کا چراغ جو ویسے بھی بجھتا ہی نظر آرہا ہے، بالکل ہی بجھ جائے گا۔ نہ فانوس بن کے ہوا اس کی حفاظت کرے گی اور نہ خدا اسے روشن رکھے گا۔ تاہم، اگر خلوص نیت، حب الوطنی، رواداری اور اتحاد کے انمول جذبات کی دولتیں ساتھ لے کر کام کیا جائے اور تاریخ کے اس زہر کو فنا کرنے کا تہیہ کر لیا جائے تو آئندہ کچھ خوش گوار نتائج کی اُمید ہو سکتی ہے ورنہ اگر آج ہم اس طرف سے غافل ہو گئے تو نفرت اور تعصب کے اندھیرے اور زیادہ گہرے ہونگے اور موجودہ دور سے بھی ابتر زمانہ نظر کے سامنے ہوگا۔

اِس ملک کے مسلمانوں پر یہ فرض اور بھی زیادہ عائد ہوتا ہے کیونکہ وطن کی سرزمین پر رُوحانیت، تہذیب و تمدن اور انسانی قدروں کے دیپ جلانے میں اُن کا نمایاں حصّہ رہا ہے اور آج بھی وہ خدا کی امداد و حمایت کے بل پر یہ کام کر سکتے ہیں — اور اُنھیں کرنا چاہیئے۔

بارگاہِ ایزدی میں میری دُعا ہے کہ اس مقصد میں کامیابی ہو۔ آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ میری بے پناہ مصروفیات اس کوشش میں ضرور آڑے آجاتیں لیکن میری اہلیہ الحاج چمن آرا بیگم اور میرے سعادت مند فرزند عزیزی فہد میاں نے اس جدو جہد میں تعاون کیا جسکی وجہ سے میری مشکل کافی حد تک آسان ہو گئی۔

خاکسار

منوّر عبّاسی

مندر توڑنے کا الزام
تاریخ کے آئینے میں

حال ہی میں ایک لیڈر صاحب نے کہا کہ مسلمان بادشاہوں نے مندر اور بُت توڑے ہیں ۔ اس نظریے کی تہ میں جو ذہن کارفرما نظر آتا ہے ۔ وہ دراصل انکا قصور نہیں بلکہ اُس زہر کی پیداوار ہے ۔ جو ہماری تاریخوں میں ایک خاص نقطۂ نظر کے تحت دیدہ و دانستہ بھرا گیا اور ایسے ہی زہر نے ایسے ہزار ذہن تیار کیے جو آج کے فرقہ وارانہ ماحول اور فسادات کا پس منظر سامنے لاتے ہیں کوئی نہیں جو اس پر غور کرے کہ آج قومی انتشار و افتراق کا سبب یہی تاریخوں کا زہر ہے اور جب تک اسکا تریاق نہ ہو گا قومی یک جہتی ممکن نہیں مگر یہ زہر ہمارے دماغوں میں اس قدر رچ بس چکا ہے کہ اس کا تریاق بھی کون کرے اور کیوں؟

---

24 ستمبر 1987 کے اخباروں میں ایک خبر یہ تھی کہ ضلع سیکھر (راجستھان) کے گاؤں میں جہاں ستی کا واقعہ ہوا تھا، ایک مندر بنایا جارہا ہے ۔ بعض لوگوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت اسکی تعمیر روک دے ۔

23 ستمبر 1987 کے اخباروں میں نمایا خبر تھی کہ کالکاجی (دہلی) میں ایک مندر کارپوریشن کے عملے نے گرایا جس پر کارپوریشن کے جلسے میں شوروغل ہوا ۔ اسی زمانے میں اخبارات میں یہ بھی خبر آئی کہ حکومت کی طرف سے ستی کے مقام پر مندر بنانے سے روک دیا گیا۔

اب ذرا غور کیجئے کہ ان واقعات کا تانابانا اگر اس طرح ہوتا کہ مندر گرانے والوں یعنی ارباب حکومت اور حکام کے مذہبی عقائد اُن لوگوں سے مختلف ہوتے جنھوں نے مندر بنایا تھا تو واقعات میں ایسی رنگ آمیزی کس آسانی سے ممکن تھی کہ کچھ اور ہی انداز میں پیش کر کے مذہبی منافرت کا بیج بویا جاسکتا تھا، جو موجودہ صورت حال میں ممکن نہیں ۔ مثال

کے طور پر امرتسر کے گردوارے کے متعلق جو واقعات گزرے ہیں ان میں کسی طرح بھی مذہبی تعصب کی کی آمیزش نہیں تھی اور نہ اب ہے لیکن آج سے ایک صدی کے بعد مستقبل کا مورخ اگر چاہے تو اس واقعے کو رنگ دیکر آپس میں منافرت پھیلانے کے لئے نہایت ہی عجیب و غریب ہتھیار کی طرح استعمال کر سکتا ہے ______ تاریخ ہند پر انگریز مورخوں نے یہی تیر بہدف نسخہ استعمال کیا ہے۔

اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان ایسے حکمراں ہیں جو سب سے زیادہ انگریز مورخوں کا نشانہ بنے۔ان مورخوں کی کتابیں پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بادشاہ ،خصوصاً اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان اپنے عہد حکومت میں مندروں اور بتوں کو اسطرح توڑتے اور گراتے پھرتے تھے جیسے بچے غلیل سے فاختہ گراتے ہیں۔انگریزوں کی پالیسی دراصل یہ تھی کہ 1857 کی بغاوت کو کچلنے کے بعد آئندہ کے لئے اسکے تدارک اور اپنی حکومت مستحکم کرنے کے نقطۂ نظر سے طرح طرح کے پلان بنائے گئے تاکہ ملک کے دو بڑے فرقوں میں اسطرح منافرت کا بیج بویا جائے کہ وہ کبھی متحد ہونے اور حکومت کے مقابل آنے کا خیال تک ذہن میں نہ لاسکیں لیکن سب سے زیادہ تیر بہدف نسخہ یہ تھا کہ تاریخوں میں مذہبی تعصب کا زہر بھرکر ذہنوں میں پیوست کر دیا جائے ۔چنانچہ انگریز مورخوں نے طے شدہ پلان کے مطابق تاریخیں لکھنا شروع کر دیں اور غالباً سب سے پہلے بمبئی کے گورنر الفنسٹن اسٹوراٹ نے ابتدا کی لیکن چونکہ یہ انگریزی تاریخیں صرف بی اے اور ایم اے ہی میں پڑھی جاسکتی تھیں اور اس وقت تک بچے کا ذہن باشعور اور پختہ ہوجاتا ہے اس لئے ابتدائی اور ثانوی درجات کے لئے مقامی زبانوں،خصوصاً اردو میں ان انگریزی تاریخوں کا نچوڑ بطور ترجمہ کرایا گیا ۔ایسی صدہا کتابیں کورس میں داخل تھیں ۔مثلاً ایک کتاب "مختصر تاریخ ہند" 1897 میں چھپی ۔سر ورق پر لکھا ہے کہ ایک انگریز حاکم (کلکنہ صاحب) کے ایماء پر انگریزی تاریخوں سے ترجمہ کر کے پنجاب کے اسکولوں کے لئے لکھی گئی چند الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

"شیواجی بڑا پکا ہندو تھا اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا"

"اورنگ زیب نے مندروں کو توڑا اور دوسرے مذہب والوں پر ظلم کرتا تھا"

تاریخ کے ذریعے مذہبی منافرت پھیلانے کے لئے ایک سوال یہ سامنے آیا کہ کس طرح یہ تمام اسکیم روبہ عمل لائی جائے ؟۔اس کا طریقہ یہ ایجاد کیا گیا۔ کہ قدیم زمانے سے ابتدای درجوں

میں بچوں کو لازمی طور پر اخلاق اور مذہبی اصولوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ تعلیم ملک میں اسکولوں سے خارج کر دی گئی اور اس کی جگہ تاریخ ہند کورس میں داخل کی گئی اور انیسویں صدی کے آخر میں وہ تمام زہریلی تاریخیں نصاب میں شامل کر دی گئیں جو خاص مقصد سے لکھوائی گئی تھیں اور جن کا نمونہ ابھی آپ کی نظر سے گذرا۔

ان حالات پر عبدالحلیم شرر نے بھی رسالہ "دل گداز" (فروری ۱۹۲۶ء) میں اپنے مضمون میں تفصیل سے روشنی ڈالی تھی۔ زیر تعلیم بچوں کے دماغ ایک خاص ڈگر پر لانے کے لیے نسخہ یہ استعمال کیا گیا کہ تاریخ کو لازمی مضمون بنا کر امتحان کے پرچوں میں اورنگ زیب پر ایک سوال ضرور آتا تھا اور یہ سوال سب کے لیے لازمی ہوتا تھا، باقی میں سے انتخاب کیا جا سکتا تھا(۱)۔ ننھے ذہنوں پر اس ترکیب استعمال نے جو اثرات مرتب کیے ہونگے اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

الزامات کی حقیقت

اورنگ زیب اپنے پچاس سالہ دور حکومت میں اگر مذہبی اختلافات کی بنا پر مندر ہی توڑتا پھرتا تو ملک میں مندر نام کو بھی باقی نہ رہتے ــــ اب ذرا مستند حوالوں سے چند ایسی مثالیں ملاحظہ کیجئے کہ جنمیں اورنگ زیب مندروں کے لیے جاگیریں عطا کر رہا ہے، مندر بنوا رہا ہے، برہمنوں کے خرچ کے لیے انتظام کر رہا ہے اور ان سے اپنی سلطنت کے لیے دعاء کی درخواست کر رہا ہے۔

ــــ دوسری طرف مندروں کو مسمار کرنے کے وہ افسانے ہیں جو انگریز مورخوں نے تاریخوں میں بھر دیئے ہیں ــــ دونوں پہلوؤں میں ہے کوئی مناسبت؟ ــــ صاف ظاہر ہے کہ ایسے چند واقعات کی وجہیں مذہبی نہیں بلکہ سیاسی تھیں اور مسمار شدہ عبادت گاہوں میں گولکنڈہ کی جامع مسجد بھی شامل ہے جسے اورنگ زیب نے ہی گرایا تھا۔

بشمبر ناتھ پانڈے کی تحقیق

جناب بشمبر ناتھ پانڈے (سابق گورنر اڑیسہ) نے اس سلسلے میں نمایاں کام کیا ہے۔ اپنی کتاب "اسلام اینڈ انڈین کلچر" (انگریزی) میں وہ لکھتے ہیں کہ:

۱۔ ایوب نجیب آبادی: عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں۔ ۱۹۔

"یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ عرب فاتح جو رویہ ماتحت قوموں کے ساتھ برتتے تھے۔ وہ ہندوستان میں آ کر بلکل پلٹ گیا۔ ہندوؤں کے مندروں کو جوں کا تیوں محفوظ چھوڑ دیا گیا اور بت پرستی پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔۔۔۔۔۔۔سندھ میں اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ بتوں کی پوجا کی بھی اجازت دی گئی اور اس طرح باوجود اسلامی حکومت کے بھارت ایک بت پرست ملک بنا رہ گیا۔"

پانڈے صاحب نے الفنسٹن کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

"مسلم حکمرانوں کے عہد میں ہندوؤں کے مندروں اور دھرم شالاؤں کی حفاظت کی جاتی تھی۔ برندرابن اور گوردھن اور متھرا کے مندروں کو شاہی خزانے سے مدد دی جاتی تھی۔ متھرا ضلعے کے گوردھن میں ہری دیوی کے مندر میں شاہی دستاویزات موجود ہیں۔"

رائے بہادر لالہ بیج ناتھ نے اپنی کتاب "ہندوستان گذشتہ و حال" میں لکھا ہے کہ:

"ہندوؤں کے مذہب میں کوئی مداخلت عہد اسلامی میں نہیں کی جاتی تھی نہ ان سے کوئی دشمنی کا برتاؤ ہوتا تھا۔۔۔۔مبارک شاہ خلجی کے وقت میں تمام گورنمنٹ کا طریقہ ہندوانہ تھا"

پروفیسر آرنلڈ اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں کہتے ہیں:

"اورنگ زیب کے عہد کی تاریخ میں، جہاں تک مجھے علم ہے، بہ جبر مسلمان کرنے کا کہیں ذکر نہیں۔ اسی طرح حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے بارے میں جو یہ شہرت ہے کہ انھوں نے بہت سے خاندانوں کو مسلمان کر لیا حالانکہ ان کا مسلمان ہونا ان بادشاہوں سے بہت پہلے کا واقعہ ہے"

مندروں کے لیے اورنگ زیب کے فرمان

انگریز موخوں کی زہریلی تاریخوں نے جو اثرات چھوڑے اس کے شکار جناب بشمبر ناتھ پانڈے بھی ہوئے۔ انہی کی زبانی سنیئے کہ:

"بچپن ہی میں میں نے بھی اسکولوں اور کالجوں میں اسی طرح کی تاریخیں پڑھی تھیں اور میرے دل میں بھی اسی طرح کی بد گمانیاں تھیں لیکن ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ جس نے میری رائے قطعی بدل دی۔"

یہاں انھوں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب وہ الہ آباد میونسپلٹی کے چیرمین تھے اور تربینی سنگم کے قریب سومیشور ناتھ مہادیو کے مندر کی جائداد پر جھگڑا چلا تو اس میں اورنگ زیب کے فرمان بطور ثبوت پیش کئے گئے جن میں اس نے مندر کو جاگیر دی تھی۔ پانڈے صاحب کو شبہ ہوا کہ یہ فرمان جعلی ہیں ـــــ بھلا اورنگ زیب مندروں کو جاگیر عطا کرے ـــــ ناممکن! ـــــ وہ سر تیج بہادر سپرو کے پاس پہنچے اور وہ فرمان انھیں دکھائے۔ سپرو صاحب نے کہا کہ یہ فرمان جعلی نہیں اصلی ہے۔ پانڈے صاحب کو حیرت میں غرق دیکھ کر تیج بہادر سپرو نے اپنے منشی کو آواز دے کر کہا کہ "ذرا بنارس کی جنگم باڑی شیو مندر کی اپیل کی مسل تو لاؤ۔" ـــــ منشی جی مسل لے کر آئے تو ڈاکٹر سپرو نے دکھایا کہ اس میں اورنگ زیب کے چار فرمان ہیں جن میں مندروں کو معافی کی زمین عطا کی گئی تھی۔ اس کے بعد ڈاکٹر سپرو کی صلاح پر پانڈے صاحب نے ملک بھر کے چند قدیم مندروں کے نام خطوط لکھے کہ اگر آپ کے مندروں کو اورنگ زیب یا مغل بادشاہوں نے کوئی جاگیر عطا کی ہو تو ان کی فوٹو کاپی بھیجیے۔ چنانچہ کچھ دن بعد ـــــ

"ہمیں مہاں مندر اجین۔ بالاجی مندر چترکوٹ۔ کاکا کھیا اومانند مندر گوہاٹی۔ جین مندر گرنار۔ دلواڑ مندر آبو۔ گردوارہ رام رائے دہرہ دون وغیرہ سے اطلاع ملی کہ انکو جاگیریں اورنگ زیب نے عطا کی تھیں۔"

پانڈے صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مورخوں کی تاریخ کے برعکس ایک نیا اورنگ زیب ہماری آنکھوں کے سامنے ابھر آیا۔ اورنگ زیب نے ان مندروں کو جاگیر عطا کرتے ہوئے یہ ہدایت دی تھی کہ ٹھاکر جی اس بات کی دعا مانگیں کہ اسکے خاندان میں حکومت تاقیامت بنی رہے۔"

خشونت سنگھ کی تحریر

"ہندستان ٹائمز" کے کالم نویس معروف صحافی اور ادیب سردار خشونت سنگھ نے اپنے مخصوص کالم میں لکھا(۱):

"اورنگ زیب نے درجنوں مندروں اور سکھوں کے گرودواروں کو بڑی

۱۔ ہندوستان ٹائمز ۲۲ نومبر ۱۹۸۶ء۔

بڑی رقمیں اور جاگیریں عطا کیں ۔اسکے مہر شدہ اور دستخط شدہ فرمان آج
بھی آرکائیوز میں موجود ہیں ۔اُس نے اگر چند مندر مسمار کیے تو چند
مسجدیں بھی گرائی ہیں ۔ اس نے مسجد اور مندر میں کوئی امتیاز نہیں رکھا ۔
جب یہ ثابت ہو گیا کہ ان کا غلط استعمال کیا جارہا ہے ۔اُس نے اپنے
فرمانوں میں برہمنوں اور مٹھوں کے لیے جو عزت افزائی کے الفاظ لکھے ہیں
انھیں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔"

چتر کوٹ اور بریلی وغیرہ میں

۱۵ ستمبر ۱۹۸۷ء کے رسالہ "انڈیا ٹوڈے" میں ایک مضمون اور بالاجی مندر چتر کوٹ کی تصویر شائع ہوئی ہے ۔ مضمون میں بتایا گیا ہے کہ اس مندر کے پجاری کے پاس اورنگ زیب کے فرمان موجود ہیں اور یہ مندر اورنگ زیب ہی کا بنوایا ہوا ہے ۔اس نے آٹھ گاؤں معافی جاگیر بھی دی تھی ۔اندازاً یہ ۸۶-۱۶۸۳ میں بنوایا گیا ۔رسالہ "انڈیا ٹوڈے" کے نامہ نگار نے لکھا ہے کہ مندر کا پروہت آج بھی کہتا ہے کہ جاؤ ایودھیا والوں سے کہدو کہ ہمارے ٹھاکر جی بالاجی مندر میں رہتے ہیں جو اورنگ زیب کا بنوایا ہوا ہے ۔"فرمان میں بالک داس کے نام ،جو مندر کا مہنت تھا، تین سو بیگہ زمین دی گئی ہے ۔جو کہ نسلاً بعد نسلاً ملکیت ہو گی اور مالگذاری معاف رہے گی ۔(ص ۱۴۳)

اسی طرح کے ہزاروں فرمان مختلف مندروں کے نام موجود ہیں اور کتنے ہی مندر ایسے موجود ہیں جو مسلمان حکمرانوں نے تعمیر کرائے ۔ـبہار اودھ اور روہیل کھنڈ میں کئی قدیم مساجد ہندوؤں کی تعمیر کردہ اور مندر مسلمانوں کے تعمیر کردہ ہیں مثال کے طور پر بریلی کے معروف بزرگ حضرت شاہ داناؒ کا جو امروہہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ اَبّن بدرِ چشتیؒ کے خلیفہ تھے مقبرہ اور جامع مسجد مکرندرائے نے بنوایا تھا۔ 1816 میں بریلی میں انگریزوں کے خلاف بغاوت ہوئی تو باغیوں کا مرکز یہی مقبرہ تھا۔

بنارس کے فرمان

اورنگزیب کے سیکڑوں فرمان مندروں کے نام ہیں اور ان سب کے تذکرے کے لئے ایک علیحدہ کتاب درکار ہو گی ۔یہ صرف وہ ہیں جو محفوظ ہیں جو علم میں نہ آسکے یا

محفوظ نہ رہے وہ ان کے علاوہ ہونگے۔ جناب بشمبر ناتھ پانڈے نے لکھا ہے کہ تحقیق کے دوران ان کی ملاقات شری گیان چندر اور ڈاکٹر پی ایل گپتا (سابق کیوریٹر پٹنہ میوزیم) سے ہوئی یہ دونوں بھی اورنگ زیب کے ایسے فرمان تلاش کرکے بگاڑی ہوئی تاریخ کو نکھارنا چاہتے تھے۔ اسی تحقیق کے نتیجے میں ایک اور فرمان انھوں نے حاصل کیا جو بنارس کے ایک برہمن خاندان کے نام ہے۔ یہ برہمن ایک مندر پر قابض تھے اور کچھ لوگ انھیں پریشان کر رہے تھے۔

یہ فرمان ۱۵ جمادی الاول ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۹ء کو جاری کیا گیا۔ اس فرمان سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اورنگ زیب نے مندروں کی تعمیر روکنے کے لیے کبھی کوئی حکم جاری نہیں کیا بلکہ یہ اس کے عہد سے پہلے ہی سے طے شدہ رواج تھا کہ نیا مندر حکومت کی اجازت کے بغیر نہ بنایا جائے۔ اورنگ زیب نے صرف اسے قائم رکھا اور احکام جاری کیے کہ کسی بھی پرانے مندر کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس فرمان کا آخری حصہ اس طرح ہے۔

"ہمارا حکم ہے کہ اس فرمان کے پہنچنے کے بعد یہ ہدایات جاری کر دو کہ کوئی شخص برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کو جو یہاں کے ساکن ہیں غیر قانونی طور پر دخل اندازی کرکے پریشان نہ کرے تاکہ وہ ہمیشہ کی طرح اپنے مندروں کے محافظ رہیں اور سکون قلب سے اپنی عبادت کریں اور ہماری سلطنت کے لیے دعا کرتے رہیں۔ یہ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ اس کو اشد ضروری سمجھو اور تاکید جانو۔" (ترجمہ از انگریزی)

اس فرمان کو بنارس کے محلہ گوری کے ساکن منگل پانڈے نے ۱۹۰۵ء میں سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا تھا اور "جنرل ایشاٹک سوسائٹی آف بنگال" میں ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا۔ پورا فرمان نہایت اہم ہے۔ "وقائع عالم گیری" مؤلفہ چودھری نبی احمد سندیلوی میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ یہ بنارس کے حاکم ابوالحسن کے نام ہے، شروع اس طرح ہوتا ہے۔

"لائق عنایت و رحمت ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودند"

فرمان کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:

"از روئے شرح شریف و ملت حنیف مقرر چنیں است کے دیر ہائے دیرین برانداختہ نہ شود"

بعض حصوں کا اردو ترجمہ یہ ہے:

"چونکہ ہماری ہمت بلند اور نیت حق پسند تمام رعایا کی بہبودی اور خواص و عوام کے تمام طبقات کی بھلائی میں مصروف ہے اور شریعت اسلام کا حکم اور قانون بھی یہی ہے کہ قدیم مندروں کو منہدم اور برباد نہ کیا جائے اور جدید مندر بغیر اجازت تعمیر نہ ہوں جیسا کہ پہلے سے ہمارے قانون کے مطابق دستور ہے"

اس فرمان کا پتہ لگانے کے لیے لفٹیننٹ کرنل ڈی سی ایلٹ ۱۲ اکتوبر 1911ء میں بنارس گیا اور فرمان کی اصل دیکھنے کے لیے دوبارہ گیا۔ کوتوالی کی مدد سے اصلی فرمان دیکھا اور کوتوال کا بیان قلم بند کیا اسکے بعد شائع کیا۔

بنارس میں ہی ایک اور فرمان ہے جو مہاراجہ دھیراج رام سنگھ ساکن محلہ مادھو رام کے نام ہے۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۹۱ھ کو جاری کیا گیا۔ کچھ فرمان جنگامبری متھ کے پروہت کے پاس محفوظ ہیں جو جنگام قبیلے کی فریاد پر جاری ہوئے۔ ان میں ایک ۱۱ شعبان سن جلوس ۱۳ (۱۶۷۲ء) کا ہے۔ دوسرا یکم ربیع الاول ۱۰۷۸ھ کا ہے جس میں جنگام ذات کے لوگوں کو تقریباً دو سو بیگہ زمین دی گئی ہے۔ تیسرا ۱۵ رمضان ۱۰۷۱ھ کا ہے۔ یہ تمام فرامین الہ آباد ہائی کورٹ میں کرشنا گری وغیرہ کی اپیل میں 1934ء میں پیش کیے گئے تھے، سب اورنگ زیب کے ہیں۔

بنارس ہی میں مندر کو عطائے جاگیر کا ایک اور فرمان ۱۰۹۸ھ کا ہے جو رام جیون گوسائیں کے نام ہے اور اس میں برہمنوں کے لیے مکانات بنانے کے لیے کہا گیا ہے۔ یہ بھی اورنگ زیب کا ہے۔ (پانڈے: اسلام اینڈ انڈین کلچر۔ ۴۶)

آسام اور اجین

آسام کے سدامن برہمن پروہت اوما نند مندر گوہاٹی کو مندر کے لیے ایک فرمان ۲ صفر جلوس اورنگ زیب کا ہے۔ اجین کے مہاکلیشور مندر اور اسکے پروہت کے نام ایک فرمان موجود ہے جس میں مندر میں قدیم روایتی چراغ جلانے کے لیے تحصیل دار کو چار سیر گھی روزانہ مہیا کرنے کا حکم ہے۔ اس فرمان کے ترانوے (۹۳) سال بعد پھر اس کی تجدید کی گئی اصل فرمان اورنگ زیب کا ہے جسکی تجدید ہوئی۔

احمد آباد نگر سیٹھ

جناب بشمبر ناتھ پانڈے نے لکھا ہے کہ انگریز مورخوں نے اورنگ زیب پر احمد

آباد کے مندروں کو توڑنے کے الزام لگاتے ہیں جو نگر سیٹھ نے بنوایا تھا لیکن وہ یہاں گونگے بہرے بن جاتے ہیں کہ اسی نگرسیٹھ کے نام جاگیر اور شترونجیا اور آبو مندروں کے نام زمین اور انعامات اورنگ زیب نے دیئے ہیں ۔ شترونجیا مندروں کے نام زمین کا فرمان ۱۰۶۸ھ کا ہے ۔ آبو مندروں کے لیے گرنار (Girnar) میں زمینیں عطا کی گئیں ۔ ان میں ایک فرمان شانتی داس جواہری ولد ساہس بھائی متعلق ذات ساوک کے نام ہے ۔

سیتاپور متھرا وغیرہ

سیتاپور میں مصر کھ ہندوؤں کا ایک مندر ہے جس کے مہنت کے پاس عالمگیر کی عطا کردہ جاگیر کی شاہی سند موجود ہے ۔ متھرا سے چند میل پر بلدیوا دادر ہے جہاں بلدیوجی مندر ہے اس مندر کے لیے اورنگ زیب نے مواضعات (گاؤں) عطا کیے جو آج تک مندر کی ملکیت ہیں ۔

جمنا کنارے الہ آباد کا قلعہ اکبر کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا ۔ اس قلعے میں ہندوؤں کی ایک عبادت گاہ ایک تہہ خانے میں اب تک موجود ہے ۔ مورتیوں کی ساخت اور جسامت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہزاروں سال پرانی ہیں اور ایک بھی توڑی ہوئی نہیں ہے جبکہ ظاہر ہے کہ یہ قلعہ اورنگ زیب کے بھی قبضے اور تصرف میں رہا ہے ۔

ٹیپو سلطان اور مندر

ٹیپو سلطان کے بارے میں اگر ایسے واقعات بیان کیے جائیں تو ایک علیحدہ طویل مقالہ تیار ہوگا ۔ مختصراً سن لیجئے کہ اس نے بھی بے شمار مندروں کے نام بڑی بڑی جائدادیں اور عطیات دیئے ہیں ۔ میسور گزٹیسر (نیا ایڈیشن) کے ایڈیٹر پروفیسر سری کانتیا نے ایک سو چھپن مندروں کی فہرست تیار کی تھی جن کو ٹیپو سلطان اخراجات دیتا تھا اس کے تیس خطوط اب بھی آرکائیوز میں موجود ہیں جو اسنے سرینگیری کے جگد گرو شنکر آچاریہ کو لکھے ۔ وہ روزانہ صبح کو ناشتے سے پہلے شری رنگاناتھ مندر میں انتظامات کی دیکھ بھال کے لیے جایا کرتا تھا جیسا کہ پہلے سے میسور کے حکمرانوں کا دستور رہا تھا ۔ یہ مندر سرنگاپٹم میں ٹیپو سلطان کے قلعے کے اندر ہی موجود تھا ، اب بھی ہے ۔ مسٹر رما شیام سندر نے ایک مضمون میں لکھا ہے ۔ کہ ٹیپو سلطان نے برہمنوں اور پجاریوں کو نقد روپے ، اناج ، ہاتھی وغیرہ دیئے (۱) ۔ چیناپٹنا

---

۱ ۔ ہندوستان ٹائمز ۲۶ نومبر ۱۹۸۵ء ۔

مندر کے مہنت کو بھی بے شمار عطیات دیئے رایا کتانی مندر کو مستقل طور پر اخراجات مقرر کیے۔اسی طرح نراسما مندر، گنگادھالیشور مندر اور مالابار کے مندروں کو اخراجات مقرر کیے گوپور مندر کی تعمیر کے لیے دس ہزار ہن (سکہ رائج الوقت) دیئے اور مندر کی تعمیر ہونے پر اسکی اختتامی تقریب میں شریک ہوا۔(۱)

مہاتما گاندھی کی رائے

مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار "ینگ انڈیا" مورخہ 23 جنوری 1930ء میں سلطان ٹیپو کے بارے میں لکھا:

"فتح علی ٹیپو سلطان کو انگریز مورخوں نے ایک ایسے ظالم مذہبی حکمراں کے روپ میں دکھایا ہے جس نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں تھا۔ اپنی ہندو رعایا سے اسکے نہایت رواداری اور باہمی یگانگت کے مراسم تھے۔ میسور کے آرکیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ میں اسکے تیس خط محفوظ ہیں جو سرینگیری مٹھ کے شنکر آچاریہ کو لکھے گئے۔"

بنارس کا وشوناتھ مندر

اورنگ زیب اپنے فرمانوں میں صاف صاف کہہ رہا ہے کہ "ازروئے شریعت واسلام مندروں کا گرانا منع ہے۔" وہ مذہبی تعصب کی بناپر کس طرح مندروں کو مسمار کر سکتا ہے۔اس طرح کے جو چند واقعات ہیں ان کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی وجہ ہے۔چنانچہ بنارس کے وشوناتھ مندر کو گرانے کی وجہ جناب بشمبر ناتھ پانڈے نے مستند حوالوں سے بیان کی ہے۔کہ اورنگ زیب بنگال جانے کے لیے بنارس سے گذر رہا تھا۔اسکے قافلے کے ہندو راجاؤں نے درخواست کی کہ اگر بنارس میں ایک دن قیام کر لیا جائے تو ان کی رانیاں بنارس میں گنگا اشنان کر لیں اور دیگر مذہبی پوجا پاٹ وغیرہ وہ وشوناتھ مندر میں انجام دینا چاہتی ہیں۔اورنگ زیب نے فوراً منظور کر لیا۔رانیوں نے اشنان کیا، مندر گئیں اور سوائے ایک کے سب واپس آگئیں۔یہ مہارانی آف کچھ جو واپس نہ آئی، اس کی تلاش میں جدوجہد کی گئی لیکن نہ ملی تو اورنگ زیب نے اپنے بڑے افسروں کو رانی کی تلاش کے لیے

۱۔ ہندوستان ٹائمز ۵ مئی ۱۹۹۰ء۔

میپا جنھوں نے آخر کار پتہ لگایا کہ دیوار میں لگی ہوئی مورتی کے پیچھے دراصل ایک راستہ ہے اور مورتی ہٹا کر یہ راستہ تہہ خانے میں جاتا ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ یہاں رانی موجود ہے جس کی بے عزتی کی گئی اور وہ پجاری ہے۔ یہ تہہ خانہ مورتی کے عین نیچے واقع تھا۔ چونکہ جرم نہایت سنگین تھا، راجاؤں نے سخت سرزنش اور کارروائی کا مطالبہ کیا۔ اورنگ زیب نے حکم دیا کہ چونکہ اس مقدس مقام کی بے حرمتی کی گئی ہے اسلیے وشوناتھ کی مورتی یہاں سے ہٹا کر کہیں اور رکھدی جائے اور مجرم مہنت کو گرفتار کر کے سخت سزا دی جائے یہ تھا اصل واقعہ جسے ڈاکٹر پٹا بھی سیتا رامیہ نے اپنی کتاب "فیدرس اینڈ دی اسٹون" (Feathers and the stone) میں دستاویزی ثبوت سے بیان کیا ہے اور پٹنہ میوزیم کے سابق کیوریٹر ڈاکٹر پی ایل گپتا نے تصدیق کی ہے۔

گول کنڈہ جامع مسجد گرائی گئی

گولکنڈہ کے حکمراں تانا شاہ نے بادشاہ کو خراج دینا بند کر دیا تھا اور مطالبات کروڑوں تک جا پہنچے۔ تانا شاہ نے یہ خزانہ زمین میں دبا کر اس پر جامع مسجد تعمیر کرادی۔ اورنگ زیب کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے مسجد کو گرا کر خزانہ نکلوایا اور شاہی خزانے میں جمع کرادیا جو عوام کی بہبودی کے متعدد کاموں میں خرچ ہوا۔

دیگر تاریخی واقعات

شاہ جہاں اور عالمگیر کے زمانے میں گوکلا جاٹ نے سرکشوں کا سردار بن کر شورش کی۔ عبد النبی خاں فوجدار متھرا کے خلاف چڑھائی کی اور مسجدوں کو بے حرمت کیا چنانچہ اس شورش کو کچلنے کے لیے اورنگ زیب نے متھرا کے اس مندر کو مسمار کرایا۔ جو شورش اور سرکشی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اسی طرح جہانگیر کے زمانے میں قصبہ گجرات (پنجاب) میں بہت سی مسجدوں کی بے حرمتی ہوئی اور انہیں مندر بنالیا گیا ایسے ہی واقعات بنارس میں ہوئے شاہجہاں نے تخت نشین ہو کر ان حرکتوں کو ختم کیا اور مسجدوں کو دوبارہ اصل حالت میں تبدیل کیا لیکن ہندوؤں کے شریر عناصر کو سزا نہیں دی بلکہ صرف یہ حکم جاری کیا کہ آئندہ نیا مندر حکومت کی اجازت کے بغیر نہ بنایا جاتے اورنگ زیب کے زمانے میں جب اس حکم کی خلاف ورزی کی گئی تو اس نے بغیر اجازت تعمیر شدہ مندر (بنارس) مسمار کرایا۔ یہ اقدام حکومت اور قانون کا وقار رکھنے کے لیے کیا گیا۔ اس طرح کے واقعات آج بھی ہو سکتے ہیں

قطع نظر اس کے اسلام نے دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کو بھی مسجدوں ہی کی طرح قابل تعظیم قرار دیا ہے اور تاریخ ہند کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہے کہ ہندو مسلمانوں کے ہزار سالہ مشترکہ رہن سہن کے عرصے میں مذہبی تعصب کی بنا پر حکمرانوں نے عبادت گاہوں کو نقصان نہیں پہنچایا ـــــــ نہ ہندوؤں نے ایسا کیا نہ مسلمانوں نے ــــــ محمد بن قاسم نے سندھ میں مندروں کی حفاظت اور مصارف اور برہمنوں کے لیے سرکاری خزانے سے گراں قدر رقمیں مقرر کی تھیں۔ جلال الدین خلجی فیروزشاہ تغلق اور بہلول لودی وغیرہ کے محلات کے سامنے تمام ہندو رسومات انجام دی جاتی تھیں۔ بیجاپور کے راجہ نے وہاں کے مقامی مسلمان حکمراں کو شکست دی تو اس کی فوج نے مسجدیں مسمار کردیں۔ لیکن اسی راجہ نے جب مسلمانوں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا تو خود ان کے لیے شاندار مسجد بنوائی اور اپنے دربار میں تخت پر قرآن مجید رکھ کر ڈنڈوت کیا اور سلام کرنا اپنے اوپر لازمی سمجھا۔ بھرت پور کے راجہ اور کپورتھلہ کے سکھ راجاؤں نے عالی شان مسجدیں تعمیر کروائیں دوسری طرف اسی بھرت پور میں مسجدوں کی بے حرمتی پر ہنگامے ہوئے۔ مراد آباد میں محلہ پیر غیب کی جس مسجد اور کنویں پر فروری 1995ء میں فساد ہوا وہ ایک ہندو کی بنوائی ہوئی ہے۔ (قومی آواز ۱۵ مارچ ۱۹۹۵ء مراسلات)

مذہبی اختلاف کی بنا پر

رومن کیتھولک عقیدے والے اور پروٹسٹنٹوں (عیسائی) نے ایک دوسرے کے کس قدر گرجے ڈھائے۔ جینیوں، برہمنوں اور بدھوں نے کس قدر مندر ایک دوسرے کے مسمار کیے اور مورتیاں توڑیں ان کی تفصیل تاریخوں میں موجود ہے اور اتنی ہیں کہ شمار بھی مشکل ہے۔ یہ تمام واقعات البتہ مذہبی اختلاف کا نتیجہ ہے۔ کشمیر کے سابق گورنر جگ موہن نے اپنی کتاب میں کشمیر کی قدیم تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ راجا اشوک کی موت کے بعد اسکا بیٹا گدی پر بیٹھا تو شمالی ہند میں ہندوازم کا زور تھا۔ اسی کے زیر اثر بدھوں کے وہاروں کو توڑا گیا اور دو نئے مندر سری نگر میں بنوائے گئے اسکے بعد ایک راجہ نانا نے بدھوں کے ہزاروں وہاروں کو جلا ڈالا اور بدھوں کی زمینیں برہمنوں کو دیدیں۔(۱) شنکر آچاریہ کے توڑے ہوئے بت آج بھی موجود ہیں اور تاریخی کے صفحات

---

1. JAGMOHAN : My Frozen Turbulence. 40-41

گواہ ہیں ۔ پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر نے اپنی کتاب "کلیات آریہ مسافر" (ص 85-84) میں شنکر آچاریہ کے ان تمام کاموں پر روشنی ڈالی ہے ۔ دیانند سرسوتی نے سیتارتھ پرکاش کے گیارہویں باب میں شنکر آچاریہ کا حال لکھا ہے کہ :

"اب جتنے بت جینیوں کے نکلتے ہیں وہ شنکر آچاریہ کے وقت میں ٹوٹے تھے اور جو بغیر ٹوٹے نکلتے ہیں وہ جینیوں نے زمین میں گاڑ دیئے تھے"

ان دونوں پنڈتوں کے بیان سے ثابت ہے کہ شنکر آچاریہ نے بت توڑنے کا کام کتنے بڑے پیمانے پر انجام دیا ۔ بتوں کو توڑنے اور بت پوجنے والوں کو جلاوطن کرنے میں ہندوستانی راجاؤں کی متحدہ کوششیں ان کے ساتھ تھیں اور صرف وہی بت باقی بچے جو زمین میں دبا دیئے گئے ۔ یہاں ہم دانستہ ان پنڈتوں کے وہ الفاظ نقل نہیں کر رہے ہیں جو انھوں نے مورتی پوجا کے متعلق ظاہر کیے ہیں لیکن مندر توڑنے اور مورتیاں توڑنے کے واقعات لاتعداد ہوئے اور خود ہندوؤں ہی کے ہاتھوں ہوئے ۔

بابو رام نرائن سابق منیجر ریاست رام نگر ضلع بارہ بنکی لکھتے ہیں :

"آج یہ عام طریقہ ہو گیا ہے کہ جہاں کوئی ٹوٹی ہوئی مورت ہوتی ہے اس کو اورنگ زیب کی توڑی ہوئی بتادیا جاتا ہے لیکن اصلیت یہ نہیں ہے ۔ سوامی شنکر آچاریہ کے زمانے میں جین اور بدھ مذہب کے خلاف معرکہ آرائی ہوتی تھی اور اس وقت کی ہزارہا جین اور بدھ مت کی شکستہ مورتیاں آج کل لاعلمی سے ہندو مندروں میں استھاپت ہیں جن کو میں نے بہ چشم خود دیکھا ہے ۔"(۱)

لالہ لاجپت رائے اپنی کتاب تاریخ ہند (حصہ اول) میں لکھتے ہیں :

"مہندر ورمان خاندان کے راجہ نے جو ابتدا میں جین تھا پھر اس نے شیو مت اختیار کر لیا اور جینیوں کے مشہور مٹھ پاٹلی پتر کو جو جنوبی ارکاٹ میں تھا، تباہ کیا۔"

پنڈت سندر لال کی تحقیق

راقم الحروف کو اکثر و بیشتر معروف قومی رہنما اور ادیب آل جہانی پنڈت سندر لال

---

۱ ۔ رسالہ 'صوفی' ۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء بحوالہ 'عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں' ۱۱۱ ۔ ۱۱۲

کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے ۔ موصوف نے بارہا اپنی تقریروں میں اور مجھ سے ذاتی طور پر یہ فرمایا کہ انھیں پنجاب کے قدیم مندروں اور گردواروں میں تحقیق کا موقع ملا تو دیکھا کہ شاہی فرمانوں کے انبار موجود ہیں جن میں زیادہ تر اورنگ زیب کے ہیں۔ ساتھ ہی انھوں نے ہندوستان کی تاریخ کو مسخ کر کے زہریلا بنانے کے واقعات میں اپنا یہ واقعہ بھی مجھے سنایا تھا کہ "میں نے ٹیپو سلطان کے بارے میں بڑی چھان بین کی ہے ۔ انگریزی تاریخوں میں اسے انتہائی متعصب اور تنگ نظر بتایا گیا ہے ۔ حتیٰ کہ سلطان کے ایک بیٹے یا پوتے نے اسکے زمانے کی تاریخ مرتب کی جس کا فارسی نسخہ وکٹوریہ کے کتب خانے میں ہے ۔ اسکا انگریزی ترجمہ شائع ہوا تو اس میں انہی غلط نظریات کی تائید کی گئی ہے ۔ میں ایک بار کلکتہ گیا اور سلطان ٹیپو کے خاندان سے جو وہاں ٹالی گنج میں مقیم ہے تعلقات پیدا کیے ۔ سلطان کے پرپوتے سلیم الزماں سے ایک دن میں نے اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ واقعہ یہ تھا کہ جو پنشن مقرر کی گئی تھی وہ رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی تھی کیونکہ مرنے والوں کا روپیہ کم کر دیا جاتا تھا اور پیدا ہونے والوں کا بڑھایا نہ جاتا تھا ۔ ایک بار تو کئی مہینے تک پنشن نہ ملی تو فاقوں کی نوبت آ گئی ۔ چنانچہ سلیم الزماں کے والد جب بہت پریشان ہوئے تو ایک انگریز نے ان سے کہا کہ گورنمنٹ کو آپ پر کچھ شبہات ہیں ۔ اگر آپ لندن جانے اور اپنی صفائی پیش کرنے کو تیار ہوں تو آپ کی پنشن مل جائے گی ۔ وہ مجبوراً تیار ہو گئے اور حکومت کے خرچ پر لندن بھیجے گئے جہاں کافی پریشان ہونے کے بعد ایک دن ایک فارسی کتاب کا مسودہ ان کے سامنے رکھ دیا گیا کہ " یہ آپ کے نام سے چھپے گی دستخط کر دیجئے " انھوں نے بغیر دیکھے ہی دستخط کر دیئے ۔ سب پنشن بھی مل گئی اور کچھ روپیہ بھی ملا ۔ اس واقع سے نہ صرف سلطان ٹیپو کے خلاف بلکہ پوری تاریخ میں کی گئی فریب کاریوں کا ہلکا سا خاکہ سامنے آسکتا ہے جن کے ذریعے ہمارے ذہنوں میں زہر گھولا گیا ۔

بشمبر ناتھ پانڈے صاحب نے اپنا یہ واقعہ لکھا ہے کہ انھوں نے اسکولوں میں پڑھائی جانے والی کتاب میں یہ واقعہ دیکھا کہ ٹیپو سلطان تین ہزار برہمنوں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہتا تھا اس لیے ان تین ہزار برہمنوں نے خودکشی کر لی ۔ پانڈے صاحب نے تحقیق اور چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ سر اسر غلط ہے اور کسی کتاب میں نہیں ہے انھوں نے کلکتہ یونیورسٹی کو توجہ دلائی ۔ وہاں سے یہ کتاب جو کسی ہر پرشاد شاستری کی

لکھی ہوئی تھی، کورس سے خارج کر دی گئی۔ لیکن پانڈے صاحب لکھتے ہیں کہ یوپی کے اسکولوں میں پڑھائی جانے والی کتابوں میں یہ کہانی آج تک 1972ء موجود ہے۔

سردار خشونت سنگھ نے اپنے ایک نوٹ میں حیرت کا اظہار کیا ہے کہ "انگریزوں نے تو ایک خاص مقصد سے تاریخ کو مسخ کیا، وہ تو سمجھ میں آتا ہے لیکن بعد کے زمانے کے شاستریوں اور موجودہ زمانے کے پی این اوک جیسے لوگوں کو آخر کس چیز نے اس نفرت انگیزی پر اکسایا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف نوجوانوں کے دماغوں میں زہر بھر دیں" —— دراصل انگریزی دور کی تاریخوں نے دماغوں کو مسموم کیا اور بہت سے پست ذہنوں میں احساس کم تری اور انتقام کا جذبہ پیدا ہوا۔ 1947 کے بعد اس جذبے نے انگڑائی لی اور اسی کی کرشمہ سازیاں آج تک ہمارے سامنے رنگ برنگ کے شگوفے کھلارہی ہے کیونکہ آج نصف صدی بعد بھی تاریخ کی کتابوں کا حال وہی ہے جو پہلے دن تھا بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ آئندہ کے لیے سوال یہ ہے کہ کس کو ادھر توجہ ہو، کیسے ہو اور کاہے کے لیے؟۔

تاریخ میں عبادت گاہیں توڑنے کے واقعات

تاریخ کے صفحات پر نظر کریں تو پتہ چلتا ہے کہ مندر اور مسجدوں کو توڑنے کے واقعات بے شمار بے حساب ہیں۔ فرمائیے کہ کس کس کا انتقام کون لے گا اور کس قدر ردِّ عمل کے نظارے دکھائے جائیں؟ ـــــ مختصر طور پر سینے کہ قطب الدین ایبک سے اورنگ زیب تک اور اسکے بعد بھی ایسے بادشاہوں کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے مندروں کو جائدادیں اور جاگیریں دیں اور کوئی اس سے بھی انکار نہیں کرسکتا کہ ہندو اور مسلمان حکمرانوں نے عبادت گاہیں مسمار کی ہیں۔ جنگ کے دوران یہ سب کچھ ہوا اور ہر مذہب والوں نے کیا ہے:

مسٹر بھونیشوری پرتاپ نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ آخری موریہ راجاؤں کے زمانے میں بدھوں کے قتل عام اور ان کے مندر توڑے جانے کے واقعات بے شمار تاریخ میں موجود ہیں۔ گپتاونش کے آخری راجاؤں نے بدھوں کو قتل کیا اور ان کے مٹھوں کو توڑا ہے۔ نالندہ کی درسگاہ کو مع کتب خانے کے آگ لگائی گئی اور بدھوں کا نام ونشان مٹادیا گیا۔ بے شمار ہندو مندر بدھوں کے مٹھ اور مندر گرا کر بنائے گئے مثلاً گیا (صوبہ بہار) کا مندر بدھ مندر کو گرا کر بنایا گیا ہے (Radiance. 28th July 1991) ۔

تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ جب علی عادل شاہ ثانی نے راجہ رام راج کو نظام شاہ

بحری کے خلاف مدد کے لیے بلایا (۹۷۶ھ) تو راجہ مدد کو آیا اور عادل شاہ کی سلطنت کی مسجدوں کو آگ لگادی (فرشتہ۔جلد ۲ ص ۳۶)۔ جادو ناتھ سرکار نے لکھا ہی کہ اورنگ زیب کے عہد میں ست نامیوں نے کرنول کو لوٹا اور وہاں کی تمام مسجدوں کو آگ لگادی (ہسٹری آف اورنگ زیب جلد ۲ ص ۲۹۸)۔ اسی زمانے میں کمار بھیم سنگھ نے گجرات میں سو مسجدوں کو مسمار کیا (اورنگ زیب، از ظہیر الدین فاروقی ۱۳۴) شواجی نے بھوانڈی اور شولاپور میں مسجدوں کو نقصان پہنچایا (بہ حوالہ ظہیر الدین فاروقی مذکور)۔ مشہور مورخ خافی خاں کا بیان ہے بہادر شاہ اول کے بعد جودھ پور کے راجا جسونت سنگھ کے بیٹے اجیت سنگھ نے جودھ پور میں بہت سی مسجدیں گرا کر ان کی جگہ مندر بنوادیئے (منتخب اللباب جلد ۲ ص ۳)۔

۱۹۴۷ء میں حکومت نے برنی کمیٹی مقرر کی تھی جس نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ صرف دہلی میں ایک سو چھتر (۱۷۶) مسجدیں ایسی ہیں کہ جن کو بگاڑ کر یا مسمار کر کے قبضہ کر لیا گیا ہے۔ مغربی بنگال اسمبلی میں صوبائی حکومت کی طرف سے ۱۹۷۹ء میں بیان دیا گیا کہ صرف کلکتہ میں انسٹھ (۵۹) مسجدیں دوسروں کے قبضے میں ہیں۔ دہلی سے پاکستان کی سرحد تک تو ایسی مسجدوں کی تعداد نو ہزار ہے جو مسمار یا خراب کی گئیں۔

فاہیت جمہور انام وانتظام احوال طبقات خواص
وعوام مصروف است وازروئے شرح شریف
وملت حنیف مقرر چنیں است کہ دیرہا دیرین
بر انداختہ نشود و بت کدہ ہا تازہ بنا نیاید و
دریں ایام معدلت انتظام بغرض شرف
اقدس ارفع اعلی رسید کہ بعض مردم ازراہ
عنف و تعدی بہ ہنود سکنۂ قصبہ بنارس وبرخے
امکنہ دیگر کہ بنواحی آں واقع استو جماعت بر
ہمناں سدنہ آں محال کہ سدانت بتخانہ ہائے
قدیم آنجاباآنہاں تعلق دارد ومزاحم و معترض
میشوند می خواہند کہ ایشاں راازسدانت آں کہ
از مدت مدیدبایں ہا متعلق است باز دارند وایں
معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال ایں گردہ می
گرد لہذا حکم والا صادر می شود کہ بعد از ورود
ایں منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد
آمدے بوجوہ بے حساب تعرض و تشویش
بااحوال برہماں و دیگر ہنود متوطنۂ آں محال
نرساند تا آنہاں بدستورایام پیشیں بجا و مقام
خود بودہ بجمعیت خاطر بدعائے بقائے دولت
خداداد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند دریں
باب تاکید دانند۔ بتاریخ 15 شہر جمادی الثانیہ
1069 ھ نوشتہ شدہ۔

بہبودی اور خواص و عوام کے تمام طبقات کی
بھلائی میں مصروف ہے اور شریعت
غرا اور ملت اسلام کا قانون بھی یہی ہے کہ
قدیم مندروں کو ہرگز منہدم اور برباد نہ کیا
جائے اور اور جدید مندر بلا اجازت تعمیر نہ ہوں۔
آج کل ہمارے گوش گذار یہ بات ہوئی ہے کہ
بعض لوگ ازراہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور
اس کے نواحی مقامات کے رہنے والے
ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیمقدیم مندروں
کے پروہت ہیں تشدد اور زیادتی کرتے ہیں
اور اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو انکی پروہتی
سے جو ان کا قدیمی حق ہے الگ کردیں۔
جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ یہ
بے چارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا
ہوجائیں اس لیے تم (ابوالحسن) کو حکم دیا جاتا
ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو
کہ کوئی شخص اس علاقے کے برہمنوں اور
دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی
زیادتی نہ کرے۔ اور ان کو کسی تشویش میں
مبتلانہ ہونے دی تا کہ یہ جماعت بدستور سابق
اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصوبوں پر قائم رہ
کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد
کے حق میں مصروف دعا رہے۔ اس معاملے
میں تاکید جانو۔ 15 جمادی الثانی 1069 ھ

رسالۂ انتخاب لاجواب، لاہور مورخہ 13 اکتوبر 1936 میں اورنگ زیب کا ایک اور فرمان دیا گیا ہے جس میں ایک ہندو برہمن رنگ بھٹ ولد نیک بھٹ کے نام مذہبی رسمیں انجام دینے کے لیے زمین وقف کی گئی ہے۔ یہ قصبہ دہرن گاؤں متعلقہ پرگنہ ازمڈول سے متعلق ہے۔

مسٹر جنن چندرا نے اپنے مضمون "اورنگ زیب اور ہندو مندر" (رسالہ سکولر ڈیما کریسی نئی دہلی۔ سالنامہ 1970) میں لکھا ہے کہ

> "نئے مندروں کی تعمیر روکنے کے لیے اس فرمان میں کوئی حکم نہیں ہے بلکہ پہلے سے طے شدہ طریقے کی طرف اشارہ ہے کہ بغیر اجازت تعمیر نہ ہوں اور مندورں کو مسمار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔
> فرمان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیب ہندوؤں کے امن و سکون سے رہنے کے لیے خواہش مند ہے اور سخت ہدایت کر رہا ہے۔"

مسٹر چندرا کی تحقیق کے بموجب بنارس کا ایک اور فرمان بھی ہے جو مہاراجہ دھیراج راجہ رام سنگھ کے نام ہے جنھوں نے دربار شاہی میں عرض داشت شکایت کی پیش کی تھی کہ ان کے والد نے محلہ مادھورام میں گنگا کے کنارے مقدس برہمن بھگوت گوسائیں کے لیے عمارت بنوائی تھی۔ فرمان میں کہا گیا ہے کہ:

> "بعض لوگ گوسائیں کو دھمکی دے رہے ہیں لہذا یہ حکم ہے کہ اب یا آئیندہ کوئی شخص گوسائیں کو پریشان نہ کرے تا کہ وہ امن و سکون کے ساتھ عبادت کرے اور ہماری سلطنت کے لیے دعاء کرے
> "(مورخہ 17 ربیع الثانی 1091 ھ)

مسٹر جنن چندرا نے لکھا ہے کہ "اورنگ زیب نے یکساں طور پر اپنی ہندو یا مسلمان رعایا کے حقوق میں دخل اندازی کبھی برداشت نہ کی اور مجرموں کو بلالحاظ مذہب و ملت سخت سزا دی ہے" چنانچہ جنگام باری متھ کے نام کئی فرمان موجود ہیں ان میں ایک فرمان جنگام قبیلے کی شکایت (نظیر بیگ کے خلاف) پر جاری ہوا۔ فرمان میں کہا گیا ہے کہ:

> "ارجن مل اور جنگام کے لوگ ساکنان پرگنہ بنارس شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ نظیر بیگ نے زبردستی پانچ حویلیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔۔۔۔ حکم دیا جاتا ہے کہ نظیر بیگ کو مذکورہ

حویلی میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے"
مورخہ 11 شعبان جلوس عالمگیر 13 (1672ء)
یہ فرمان ہائی کورٹ کاغذات بابت اپیل کرشنا گری وغیرہ 1934 گزٹ نمبر - 20 ہے۔

اسی مہنت کے پاس ایک اور فرمان ہے جو یکم ربیع الاول 1078 ھ کا ہے اور اس زمین پر قبضے کے بارے میں ہے جو جنگام قبیلے کو دی گئی - یہ ایک سو اٹھتر (178) بیگہ زمین تھی جو انھیں مذہبی رسموں کی ادائیگی کے لیے دی گئی - یہ بھی ہائی کورٹ کاغذات مذکورہ میں ا گزٹ - 11 ہے۔

اسی سلسلے کا ایک اور فرمان 5 رمضان 1071ھ کا ہے اور اسی عطیہ (178 بیگہ زمین) سے متعلق ہے جو انھیں معافی میں دیا گیا۔ کرشنا گری اپیل کا گزٹ نمبر - 16 ہے۔

مسٹر جنن چندرا نے ایک اور فرمان کا ذکر کیا ہے جو برہمن پجاری ساکن بنارس کو وسیع قطعہ زمین عطا کرنے کے متعلق ہے - 1098ھ میں جاری ہوا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ دو قطعہ زمین جو 588 درعہ کے ہیں اور گنگا کے کنارے بینی مادھو گھاٹ پر واقع ہیں۔ ایک قطعہ رام جیون گوسائیں کے گھر کے سامنے اور مسجد کے قریب ہے اور دوسرا بلندی پر ہے - یہ قطعات خالی پڑے ہیں اور بیت المال کے ہیں لہذا ہم رام جیون گوسائیں اور اس کے بیٹے کو بطور انعام دیتے ہیں تا کہ برہمنوں کے لیے مکان بنوائیں اور ہماری سلطنت کے لیے دعاء کریں، ------- تمام امراء حکام - کوتوال وغیرہ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ قطعات اس شخص اور اسکی اولاد کے ہی قبضے میں رہیں - وہ تمام ٹیکس اور مالگذاری وغیرہ سے مستثنیٰ ہوگا اور اس سے ہر سال سند نہ مانگی جائے"

مسٹر چندرا نے یہ بھی نتیجہ نکالا ہے کہ "اورنگ زیب اپنی رعایا کے مذہبی اور سماجی جذبات کی قدر کرتا اور لحاظ رکھتا تھا اسی لیے آسام میں اسکے سکتے بنگالی رسم الخط میں مضروب کرائے گئے تھے"______

ایک اور فرمان جو اُن کے مضمون میں دیا گیا 2 صفر سن جلوس 9 کو جاری ہوا۔ یہ سدا من برہمن پروہت او مانند مندر گوہاٹی کے نام ہے اسے ایک بڑا قطعہ زمین اور چند گاوؤں کی آمدنی دی گئی ہے تا کہ وہ بھوگ اور پوجا پاٹ کرے - یہ فرمان پرگنہ پانڈو (Pandu) جو سرکار دکھن کل (Dakhin Kul) میں ہے اور اسکا را گاؤں کی زمین دی گئی ہے اور انتھا کالی (Intakhali) گاؤں کی جمع عطا کی گئی ہے - یہ فرمان وشنورام میدی سابق چیف منسٹر

آسام کی مدد سے حاصل ہوا اور رسالہ "جرنل آف آسام ریسرچ سوسائٹی" (جنوری اپریل 1942) میں صفحہ 12-1 پر شائع ہوا ہے۔

ایک اور فرمان مہا کلیشور مندر اجین کا ہے۔ یہ شوا کا مندر ہے جہاں دن رات چراغ روشن رکھا جاتا ہے جو "نندا دیپ" کہلاتا ہے اسکے لیے چار سیر گھی حکومت کی طرف سے دیا جاتا تھا۔ اورنگ زیب نے بھی یہ پرانا طریقہ جاری رکھا۔ اسکے لیے کوئی فرمان نہیں ہے۔ مندر کے پجاری یہ روایت بیان کرتے ہیں البتہ شہزادہ مراد بخش کا حکم اپنے والد (شاہ جہاں) کے زمانے کا ہے جو 5 شوال 1061ھ کو جاری ہوا۔ اس کی تجدید محمد سعد اللہ نے 1153ھ میں کی ہے یعنی اصل حکم کے 93 سال بعد۔ اسی مندر میں کچھ اور شاہی فرمان بھی محفوظ ہیں جن میں اورنگ زیب کے فرمان بھی ہیں۔

(Secular Democracy, Annual No.,1970,p. 83)

مسٹر بشن چندر نے احمد آباد کے شترونجیا اور آبو مندوروں کے فرمانوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک فرمان 19 رمضان 31 جلوس عالمگیری کا ہے یہ ضلع پلی تانا جو شترنجا کہلاتا ہے اور سورتھ (Sorath) سرکار کے تحت ہے جو کہ صوبہ احمد آباد میں آتا ہے۔ فرمان میں کہا گیا ہے کہ "ہم نے مذکورہ ضلع دائمی انعام کی صورت میں عطا کیا۔۔۔۔ تمام ٹیکس اور مال گذاری معاف رہے گی۔"___________

یہ فرمان 1068 ھ میں جاری ہوا اور ایک میمورنڈم (یادداشت) میں جو کہ چیف سکریٹری آف انڈیا کو 1923 میں پیش کی گئی تھی، شامل تھا۔ گرنار اور آبو کے مندروں کو بھی فرمان جاری ہوئے۔ ان پر مہر اس طرح ثبت ہے:

"ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی"

یہ فرمان ستی داس جوہری اور شانتی داس ولد ساہس بھائی وغیرہ کے نام ہیں (اوپر ذکر کیا جاچکا ہے)۔ ان کے علاوہ ایک اور بھی سند ہے جو 10 رجب 1070 ھ (12 مارچ 1660ء) کو جاری ہوئی۔ یہ سند رسالہ "جرنل آف بمبئی یونیورسٹی" میں جلد 9 ص 54 پر شائع ہوئی ہے۔

مسٹر چندرا نے آخر میں لکھا ہے کہ:

> "اگر تلاش کیا جائے تو بہت سے اور بھی مندروں میں اورنگ زیب کے فرمان اور دستاویزیں ملیں گی جو اس ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ

تاریخوں میں اس کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا وہ سب غلط ہے"

اس تحقیق کے ماہرین میں چند نام اور بھی ہیں مثلاً مسٹر گیان چند اور پی ایل گپتا (سابق کیوریٹر پٹنہ میوزیم) وغیرہ جنھوں نے اورنگ زیب کے فرمان دریافت کیے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے دہلی اور آگرہ وغیرہ میں کسی بھی مندر کو گرانا تو در کنار، ان پر عطیات کی بارش کی ہے۔ وہ پچیس سال دکھن میں رہا جہاں ہزاروں بڑے چھوٹے قدیم مندر موجود تھے مگر کوئی تاریخ داں ایک مثال پیش نہیں کرسکتا کہ انھیں کوئی نقصان پہنچا ہو۔ بنارس کا جو مندر گرایا گیا اسکا بیان ہم کر چکے ہیں۔ اسکے علاوہ بعض مندوں کو سرکشی اور بغاوت کا مرکز بن جانے پر (موجودہ زمانے کی زبان میں "آتنک واد" کہیئے) گرایا گیا۔ یہ واقعات آج بھی موجود ہیں۔ امرتسر کا گردوارہ، درگاہ حضرت بل اور چرارشریف کی مثالیں یاد کر لیجئے۔

پنڈت بشمبر ناتھ پانڈے نے توراجیہ سبھا میں کہا تھا کہ انکے پاس دوسو فرمان اورنگ زیب کے موجود ہیں۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد (سابق صدر جمہوریہ ہند) اپنی کتاب "انڈیا ڈوائڈڈ" (India Divided) میں لکھا ہے کہ الہ آباد میں مشہور مہیشور ناتھ مندر کے مہنتوں کے نام دو فرمان اورنگ زیب کے موجود ہیں۔ معروف اسکالر گیان چند (گورکھپور) نے رسالہ "جنرل آف پاکستان ہسٹوریکل سوسائیٹی" (1959) میں ایک مضمون میں بتایا کہ انھیں اورنگ زیب کے چوبیس (24) فرمان ملے ہیں جو مختلف مندروں کے مہنتوں اور برہمنوں کے نام ہیں۔ شبلی اکیڈمی کے سابق ڈائرکٹر صباالدین عبدالرحمن نے اپنی کتاب "مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری" میں اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

مسلمان حکمرانوں کے بارے میں زبردستی مذہب تبدیل کرانے کے بھی افسانے تراشے گئے ہیں لیکن اس موضوع پر پوری تحقیق کے بعد مسٹر ہربنس لال مکھیا نے اپنی کتاب (Medieval History- Communal Approach) میں صاف اعلان کیا ہے کہ مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں کبھی بھی کوئی حکومت تبدیلی مذہب میں ملوث نہیں ہوئی اور کبھی زبردستی مذہب تبدیل نہیں کرایا گیا۔

صوبہ مالوہ اور اجین کے مندر

اجین کے مہاکلیشور مندر کے پجاری کے نام کچھ اور فرمان اورنگ زیب کے ملے ہیں۔ یہ مندر ہندوستان کے بارہ مشہور شیو مندروں میں سے ہے۔ ان پر دانوں اور سندوں سے

پتہ چلتا ہے کہ مالوہ کے صوبے دار نجابت خاں نے عالمگیر کے ساتویں سن جلوس میں ایک برہمن کو کانای کو تین مرادی ٹنکے کا روزینہ مقرر کیا۔ اس کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے کانجی کو دیا گیا پھر بڑھا کر چار آنہ کر دیا گیا لیکن اسکے جانشینوں نے منظور نہیں کیا اور ان کا روزینہ تین مرادی ٹنکے ہو گیا۔ چھبیسویں (۲۶) سن جلوس میں پھر چار آنہ ہو گیا۔ دس پروانوں میں روزینے کا ذکر ہے۔ یہ تیرہ پروانے ہیں جن میں چند کی اصل فارسی نقل مع ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

(1)

"متصدیان مہمات حال و استقبال چبوترۂ کوتوالی پرگنہ شاہ جہاں پور بدانند چوں دریں ولاحقیقت کو کا زنار دار بہ ظہور پیوست کہ عیال کثیر بہ او وابستہ است و ہیچ وجہ معیشت نہ دارد بنابراں مبلغ سہ ٹنکا مرادی در وجہ روزینہ موی الیہ مقرر نمودہ شدہ باید کہ وجہ مذکور از ابتدا بلستم شہر ذی قعد سن ۷ مقرر دانستہ روز بروز از محصول چبوترۂ مذکور مشارالیہ می رسائیدہ باشد کہ صرف معیشت خود نمودہ بدعا دوام دولت ابد اتصال اشتغال داشتہ باشد

تحریر فی تاریخ ۲۱ ذی قعدہ ۷ جلوس

ترجمہ: چبوترہ کوتوالی پرگنہ شاہ جہاں پور کے حال و مستقبل کے متصدیوں کو معلوم ہو کہ کوکا زنار دار (پنڈت) نے یہ درخواست دی ہے کہ اسکے کثیر بال بچے ہیں اور کوئی ذریعہ روزی نہیں ہے۔ اس لیے مبلغ تین ٹنکہ مرادی اسکے روزینہ کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں اور یہ حکم بیس ذی قعد ساتویں جلوس سے جاری سمجھا جائے یہ روز آنہ اسکو چبوترے کی آمدنی سے ادا کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی روزی میں صرف کرے اور دوام دولت کے لیے دعا میں مشغول رہے۔ تحریر فی تاریخ ۲۱ ذی قعد ۷ جلوس

(اس پر نجابت خاں مرید بادشاہ عالمگیر کی مہر ہے)

(۲) (2)

متصدیاں مہمات حال و استقبال چبوترۂ کوتوالی دارالفتح اجین بدانند دریں ولاحقیقت کانجی پسر کوکا بہ ظہور پیوست کہ بموجب اسناد سابق موازی سہ ٹنکا مرادی در وجہ روزینہ مقرر بود مشار الیہ بقضائے الہی فوت شد لہذا دریں ولا موازی سہ بہلولی عالمگیری از ابتدائے بلستم شہر رجب ۱۷ سن بنام کانجی

پتہ چلتا ہے کہ مالوہ کے صوبے دار نجابت خاں نے عالمگیر کے ساتویں سن جلوس میں ایک برہمن کو کانا جی کو تین مرادی ٹنکے کا روزینہ مقرر کیا۔ اس کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے کانجی کو دیا گیا مگر بڑھا کر چار آنہ کر دیا گیا لیکن اسکے جانشینوں نے منظور نہیں کیا اور ان کا روزینہ تین مرادی ٹنکے ہو گیا۔ چھبیسویں (۲۶) سن جلوس میں پھر چار آنہ ہو گیا۔ دس پروانوں میں روزینہ کا ذکر ہے۔ یہ تیرہ پروانے ہیں جن میں چند کی اصل فارسی نقل مع ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

(۱)

"متصدیان مہمات حال و استقبال چبوترۂ کوتوالی پرگنہ شاہ جہاں پور بدانند چوں دریں ولا حقیقت کوکا زنار دار بہ ظہور پیوست کہ عیال کثیر بہ او وابستہ است و ہیچ وجہ معیشت نہ دارد بنابراں مبلغ سہ ٹنکا مرادی در وجہ روزینہ موی الیہ مقرر نمودہ شدہ باید کہ وجہ مذکور از ابتدا بستم شہر ذی قعدہ سن ۷ مقرر دانستہ روز بروز از محصول چبوترۂ مذکور مشار الیہ می رسانیدہ باشند کہ صرف معیشت خود نمودہ بدعا دوام دولت ابد اتصال اشتغال داشتہ باشد

تحریر فی تاریخ ۲۱ ذی قعدہ ۷ جلوس

ترجمہ : چبوترہ کوتوالی پرگنہ شاہ جہاں پور کے حال و مستقبل کے متصدیوں کو معلوم ہو کہ کوکا زنار دار (پنڈت) نے یہ درخواست دی ہے کہ اسکے کثیر بال بچے ہیں اور کوئی ذریعہ روزی نہیں ہے۔ اس لیے مبلغ تین ٹنکہ مرادی اسکے روزینہ کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں اور یہ حکم بیس ذی قعدہ ساتویں جلوس سے جاری سمجھا جائے یہ روز آنہ اسکو چبوترے کی آمدنی سے ادا کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی روزی میں صرف کرے اور دوام دولت کے لیے دعا میں مشغول رہے۔ تحریر فی تاریخ ۲۱ ذی قعد ۷ جلوس

(اس پر نجابت خاں مرید بادشاہ عالمگیر کی مہر ہے)

(۲) (2)

متصدیان مہمات حال و استقبال چبوترۂ کوتوالی دار الفتح اجین بدانند دریں ولا حقیقت کانجی ماسر کوکا بہ ظہور پیوست کہ بموجب اسناد سابق موازی سہ ٹنکا مرادی در وجہ روزینہ مقرر بود مشار الیہ بقضائے الہی فوت شد لہذا دریں ولا موازی سہ بسلوی عالمگیری از ابتدائے بستم شہر رجب ۱۷ سن بنام کانجی

می باید کہ ہرچہ از وجہ کرایہ از رافع گرفتہ باشند واپس بدہند و حویلی ہائے مذکور رابدستور سابق ہرافع وا گذار ندو ہیچ وجہ متعرض و مزاحم حال رافع نشوند کہ بجائے و مقام خود آباد بودہ باشند۔ بنابراں مابعد ہر کدام کہ بہ مضمون پروانہ مطلع شد، مقرر نمودیم کہ متصدیان بیت المال مطابق پروانہ مزبور عمل نمودہ مبلغ پانصد روپیہ بابت کرایہ حویلی ہائے مذکور کہ درسر کار ضبط شدہ بہ ارجن مل مذکور دہند و مزاحم حویلی ہائے مذکور من بعد ہیچ وجہ نشوند کہ بجائے خود آباد بودہ بدعائے دوام دولت ابد پیوند اشتغال داشتہ باشند۔

تحریر فی تاریخ سدر۔ مہر نوراللہ مفتی

مہر شاہ عالمگیر

ترجمہ : ------مبارک حسین واقعہ نگار کی مہر بتاریخ ۵ جمادی الاول ۱۰۸۵ھ سے یہ ظاہر ہے کہ ارجن مل اور جنگماں کی ایک جماعت ساکنان بلدۂ محمد آباد عرف بنارس مقدس معلی کے حضور میں حاضر ہوئی اور وہ شاہی حکم سے ایک پروانہ لائے جس پر اقبال و افاضت پناہ شریعت و کمالات دستگاہ قاضی القضاۃ قاضی عبدالوہاب کی مہر تھی، اس کا مضمون یہ تھا کہ بلدۂ بنارس محمد آباد کے متصدیوں کو معلوم ہو کہ ارجن مل اور جنگماں کی ایک جماعت خلائق پناہ دربار میں آئی اور خلافت و جہانداری کی بساط کے حواشی میں کھڑے ہونے والوں کی وساطت سے اقدس شرف میں یہ عرض کیا کہ وہ جنگم باڑی کی پانچ حویلیوں پر جن کے حدود معلوم ہیں، قابض و متصرف ہیں۔ ان دنوں بیت المال کے متصدیوں نے ان کے دشمنوں کے کہنے پر ان کو ضبط کرلیا ہے اور ان کا کرایہ پانچ سو روپیہ وصول کرلیا ہے جس کی وجہ سے وہ سر گرداں و پریشان ہیں۔ شہنشاہ کے حکم سے یہ معاملہ اس خادم شرح کے پاس بھیجا گیا۔ اس لیے شاہی حکم کے بموجب جو کرایہ لیا گیا ہے وہ واپس کیا جائے اور مذکورہ بالا حویلیاں بدستور سابق وا گذاشت کی جائیں اور رافع (یعنی مستغیث) سے کسی قسم کا تعرض یا مزاحمت نہ کی جائے تاکہ وہ اپنی جگہ آباد رہیں۔ اس لیے جو کوئی بھی اس پروانے کے مضمون سے واقف ہو اس کو اور بیت المال کے متصدیوں کو حکم دیا جاتا ہے اس پروانے پر عمل کریں اور حویلی مذکور کو ضبط کر کے جو پانچ سو روپے لیے گئے ہیں وہ ارجن مل مذکور کو واپس دیئے جائیں اور حویلی مذکور میں کسی طرح مزاحم نہ ہوں تاکہ رافع (مستغیث) ان میں آباد ہو کر دولت ابد کے دوام کے لیے دعا میں مشغول رہیں۔

بندگان اعلی حضرت کی خدمت کے صلے میں پار ہے ہیں اسلیے یہ سطریں چبوترہ کوتوالی کے قبضہ مذکور کے متصدیوں کے لیے لکھی جارہی ہیں کہ قانون قدیم کے دستور کے مطابق ذیل کے اشخاص کے پاس وہ رقم پہنچتی رہے کہ وہ بندگان اعلی حضرت کے دولت ابد کے دوام کے لیے دعا کریں۔
تحریر فی تاریخ غرہ شہر جمادی الثانی سن ۸ جلوس مبارک (۱)

مندروں کی سرپرستی

بنارس کے دو اور پروانے مسٹر جنن چندر (ساکن بمبئی) نے دریافت کیے ہیں۔ایک موقعے پر بنارس جنگم باڑی مٹھ کی پانچ حویلیاں ضبط کرلی گئیں۔مٹھ کا سنیاسی عالمگیر کے پاس حاضر ہوا عالمگیر کا فرمان یہ ہے۔

مہر شاہ عالمگیر

به مهر رفعت اقبال پناه تهور و اجلال دستگاه مرزا محمد امین بیگ فوجدار رفعت وایالت پنا بنیاد بیگ امین

نیابت و نجابت پناه مبارک حسین واقعه نگار از قرار تاریخ ۵ جمادی الاول ۱۰۸۵ھ
شرح آنکه چوں ارجن مل و جماعت جنگماں ساکنان بلدهٔ محمد آباد عرف بنارس به حضور مقدس معلی رفته پروانه حسب الحکم والا به مهر اقبال وافاضت پناه شریعت و کمالات دستگاه اقضی القضاة قاضی عبدالوهاب آورند بایں مضمون که متصدیان مهمات (حماة) بلدهٔ بنارس محمد آباد بدانند که چوں دریں ولا ارجن مل و جماعت جنگماں بدرگاه خلایق پناه آمده بوساطت اسناد ہائے حواشی بساط خلافت و جهان داری بعرض اشرف اقدس رسانند که رافع پنج محل منزل حویلی بر یکے مغلوبه الحدود ملک خود جنگم باڑی دارد و قابض و متصرف است دریں ولد متصدیان بیت المال آنجا بگفتنهٔ معاندان ضبط نموده کرایه آں منازل را به جبر از رافع می گیرند چنانچه مبلغ صما (۵۰۰) از رافع گرفته اند وایں معنی باعث سرگرانی و پریشانی رافع گردیده حکم والا شرف صدور یافت که نزد ایں خادم شرع بغرستد لهذا از حسب الحکم الاعلی نگارش

---

(1) Jot. Pakistan Historical Society Jan.1958

می باید کہ ہرچہ از وجہ کرایہ از رافع گرفتہ باشند واپس بدہند و حویلی ہائے مذکور را بدستور سابق برافع وا گذارند وہیچ وجہ متعرض و مزاحم حال رافع نشوند کہ بجائے ومقام خود آباد بودہ باشند۔ بنابراں مابعد ہر کدام کہ بہ مضمون پروانہ مطلع شد، مقرر نمودیم کہ متصدیان بیت المال مطابق پروانہ مزبور عمل نمودہ مبلغ پانصد روپیہ بابت کرایہ حویلی ہائے مذکور کہ در سرکار ضبط شدہ بہ ارجن مل مذکور دہندو مزاحم حویلی ہائے مذکور من بعد ہیچ وجہ نشوند کہ بجائے خود آباد بودہ بدعائے دوام دولت ابد پیوند اشتغال داشتہ باشند۔

تحریر فی تاریخ صدر۔ مہر نوراللہ مفتی

مہر شاہ عالمگیر

ترجمہ: ------مبارک حسین واقعہ نگار کی مہر بتاریخ ۵ جمادی الاول ۱۰۸۵ھ سے یہ ظاہر ہے کہ ارجن مل اور جنگماں کی ایک جماعت ساکنان بلدۂ محمد آباد عرف بنارس مقدس معلی کے حضور میں حاضر ہوئی اور وہ شاہی حکم سے ایک پروانہ لائے جس پر اقبال و افاضت پناہ شریعت و کمالات دستگاہ قاضی القضاۃ قاضی عبدالوہاب کی مہر تھی، اس کا مضمون یہ تھا کہ بلدۂ بنارس محمد آباد کے متصدیوں کو معلوم ہو کہ ارجن مل اور جنگماں کی ایک جماعت خلائق پناہ دربار میں آئی اور خلافت و جہانداری کی بساط کے حواشی میں کھڑے ہونے والوں کی وساطت سے اقدس شرف میں یہ عرض کیا کہ وہ جنگم باڑی کی پانچ حویلیوں پر جن کے حدود معلوم ہیں، قابض و متصرف ہیں۔ ان دنوں بیت المال کے متصدیوں نے ان کے دشمنوں کے کہنے پر ان کو ضبط کرلیا ہے اور ان کا کرایہ پانچ سو روپیہ وصول کرلیا ہے جس کی وجہ سے وہ سر گرداں و پریشان ہیں۔ شہنشاہ کے حکم سے یہ معاملہ اس خادم شرح کے پاس بھیجا گیا۔ اس لیے شاہی حکم کے بموجب جو کرایہ لیا گیا ہے وہ واپس کیا جائے اور مذکورہ بالا حویلیاں بدستور سابق وا گذاشت کی جائیں اور رافع (یعنی مستغیث) سے کسی قسم کا تعرض یا مزاحمت نہ کی جائے تاکہ وہ اپنی جگہ آباد رہیں۔ اس لیے جو کوئی بھی اس پروانے کے مضمون سے واقف ہو اس کو اور بیت المال کے متصدیوں کو حکم دیا جاتا ہے اس پروانے پر عمل کریں اور حویلی مذکور کو ضبط کرکے جو پانچ سو روپے لیے گئے ہیں وہ ارجن مل مذکور کو واپس دیئے جائیں اور حویلی مذکور ہیں کسی طرح مزاحم نہ ہوں تاکہ رافع (مستغیث) ان میں آباد ہو کر دولت ابد کے دوام کے لیے دعا میں مشغول رہیں۔

تحریر فی تارخ صدر (مہر نوراللہ مفتی)
اسی مضمون کا ایک پروانہ اور ہے جو تبرک حسین کو بھیجا گیا اس پر تبرک حسین کی مہر بھی ہے۔
ایک اور فرمان ایک جینی سادھو جن چندر سوری کے نام جاری ہوا، اب جین اچاریہ سری جن و جیا سیلن سوری جین پوشالہ دہلی کے پاس محفوظ ہے۔ فرمان کا متن یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاگیرداران و فوجداران و زمینداران پرگنہ
ہائے ممالک محروسہ بغایت بادشاہانہ امیدوار
بدانند کہ چو ------- کشور وجے چند ------- بہ بارگاہ
خلائق پناہ رسیدہ بود بوسیلہ باریا فتگان حواشی
بساط خلافت و جہاں داری بغرض مقدس و معلی
رسانیدند کہ اکثر طائفہ ہنود در
بلدد و قصبات قلمر و خالصہ منازل و ساکن
احداث نمودہ بطریق خیرات بانہا نہادہ اند
و آں جماعت درمکانہا فربور سکونت گرفتہ
بدعا گوئی دوام دولت ابد مشغول می
باشند وازیں جہت کہ بعض مردم بہ علت
نزدل مزاحمت بحال آنہامی رسانند
امیدوارند کہ از پیش گاہ معدلت
فرمان نزول درمنازل مردم درکل ممالک
محروسہ معاف و ممنوع است، حکم جہاں
مطاع عالم مطیع صادرشد کہ بر تقدیر
وقوع مقرر سازند کہ بعد
الیوم احدی بدیں سبب معترض و مزاحم

حال جماعہ مرقوم نبود تا آنہا بہ جمعیت خاطر
دراں اماکن مقیم بودہ بدعا بقائے سلطنت
لایزال مواظبت می نمودہ باشند دوبارہ
ازیں رہ گزر بدرگاہ آسماں جاہ داد خواہ
نیا یند دریں باب قدغن و درعہدہ مشاسد
تحریری تاریخ نور دہم ربیع الثانی ۲۷ جلوس ۱۱۱

ترجمہ: ممالک محروسہ کے ان جاگیرداروں فوجداروں اور زمینداروں کو معلوم ہو کہ جو شاہانہ عنایت کے امیدوار ہیں کہ کشور اور دےچند نے خلائق پناہ کے دربار میں خلافت اور جہاں داری کی بساط تک پہنچنے والوں کے وسیلے سے آکر اس مقدس اور معلی دربار میں یہ عرض کیا کہ اکثر ہندوؤں نے قلمرد کے شہروں اور قصبوں میں بہت سے گھر اور قیام گاہیں بنا کر ان کو خیرات کے طور پر دی ہیں اور وہ سب ان مکانات میں سلطنت کے دوام کے لیے دعائیں کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ نزول کی علت میں ان کی مزاحمت کرتے ہیں وہ امید رکھتے ہیں کہ اس عدل پسند دربار سے ایسا فرمان جاری ہو جائیگا کہ کوئی ان کی مزاحمت نہ کرے کیونکہ ممالک محروسہ کے لوگوں کے تمام مکانات نزول سے بری ہیں اور اس کی وصولی ممنوع ہے اسی لیے یہ حکم جسکی اطاعت تمام دنیا میں ہوتی ہے جاری کیا جاتا ہے کہ اگر ایسی صورت حال ہو تو اب سے اس جماعت مذکور کے سلسلے میں کوئی تعرض اور مزاحمت نہ ہو تاکہ وہ اطمینان سے ان مکانوں میں رہیں اور سلطنت لایزال کی بقا کے لیے دعا کریں اور دوسری بار اس آسماں جاہ دربار میں داد خواہی کے لیے نہ آئیں۔ اس امتناعی حکم کی تعمیل کو اپنا فرض سمجھیں۔

تحریر ۱۹ ربیع الثانی ۲۷ جلوس والا

عالمگیر نے اجین کے ایک برہمن خاندان کو زمینیں دیں۔ یہاں ہم ایک اور پروانہ پیش کر رہے ہیں جس سے ہندوؤں کے ساتھ اورنگ زیب کے فیاضانہ سلوک کی نشان دہی ہوتی ہے۔ یہ پروانہ عالمگیر کے ۴۲ ویں سال جلوس میں جاری ہوا اس میں دھرن گاؤں کے متصدیوں کو اطلاع دی گئی ہے کہ انڈول پرگنہ میں موضع بھاگانوں میں سے دو پرتن زمین بنجر خارج جمع خلائیق زراعت رنگ بھٹ ولد نیک بھٹ کو خیرات کے طور پر دی جاتی ہے۔ خیرات کے لفظ سے ظاہر ہے کہ اورنگ زیب اس میں ہندو او مسلمان کا امتیاز نہیں کرتا تھا۔ فرمان ملاحظہ ہو:

"متصدیان مہمات حال و استقبال قصبہ
دھرن گاؤں وغیرہ. دیہات تعلقہ پرگنہ
انڈول محال جاگیر این جانب بدانند
کہ موازی دہ پرتن زمین بنجر خارج جمع لائیق
زراعت از موضع .بھانگاؤں معمورہ پرگنہ
مذکور در وجہ خیرات باسم رنگ .بھٹ ولد
نیک .بھٹ سکنہ ارنڈول مقرر گشتہ باید
کہ اراضی مذکور تصدق فرق مبارک بندگان
حضرت نمودہ چک بستہ بہ تصرف مشارالیہ
ور گذارند. تا حاصلات آں برائے
صرف معیشت خود نمودہ بہ دعائے ازدیاد
عمر و دولت ابد مدت اشتغال می نمودہ
باشد-----غرہ شعبان ۴۲ جلوس (۱)

مختلف مندروں کی جاگیریں

پٹنہ کی خدا بخش لائبریری کی طرف سے ایک سیمینار (مارچ ۱۹۸۸ء) میں تاریخ دانوں اور اسکالروں نے کچھ اور ایسے مندروں کی نشان دہی کی جن کو جاگیریں دی گئیں۔ کلکتہ کے مسٹر شیر سنگھ کا مقالہ اجودھیا کے ناگیشور مندر کے نام مسلمان بادشاہوں کے عطیات سے متعلق تھا۔ اس مندر کے نام فرمان متعدد ہیں اسکا مہنت گوبند پرشاد پانڈے تھا۔ ایک فرمان غازی الدین حیدر نواب وزیر اودھ کا، رجب ۱۲۴۴ھ کا ہے دوسرا نواب سعادت علی کا ۱۱۹۱ھ کا ہے تیسرا عالمگیر ثانی کا جس میں چھجو پانڈے کو پروہت مقرر کیا ۱۲ ربیع الاول سن جلوس ۴ کا ہے۔

گجرات میں جین مذہب والوں کے پاس جو فرمان ہیں ان میں فرخ سیر کا فرمان ہے۔ جینیوں کا ادارہ سیٹھ آنندجی کلیان جی کے نام سے ہے جس میں تیس فرمان اب بھی محفوظ ہیں۔ ان میں اکبر۔ جہانگیر۔ اورنگ زیب کے فرمان (۱۰۶۰ھ) کے ہیں۔ شاہ جہاں کے

---

(1) Jol. Pakistan Historical Society, April1959

فرمان شانتی داس جوہرے کے نام ہیں (۱۰۵۸ھ م ۱۶۴۸ء) ۔ اورنگ زیب نے شانتی داس کو نگر سیٹھ کا خطاب دیا تھا اور گجرات ۔ راجستھان سوراشٹر کے جین تیر تھوں کے سلسلے میں خصوصی اختیارات عطا کیے ۔

بنارس کے جنگم باڑی مٹھ کے نام ہمایوں سے محمد شاہ تک پچیس (۲۵) فرمان ہیں جن میں شاہ جہاں ۔ جہانگیر ۔ اورنگ زیب اور دیگر بادشاہوں کے فرمان شامل ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب اس مٹھ میں خود گیا تھا اور دوسو اٹھتر بیگہ زمین کا عطیہ دیا تھا ۔

(قومی آواز ۱۲ مئی ۱۹۸۸ء)

تازہ ترین واقعات

افسوس ہے کہ یہ تمام حالات اور واقعات ہماری نظروں سے اس طرح اوجھل کر دیئے گئے اور ہندوستان کی تاریخ سے ہٹا دیئے گئے کہ آج حیرت اور تعجب سے دیکھے جائینگے ۔ لیکن مندروں کو گرانے کے چند واقعات جو کسی نہ کسی وجہ اور حالات کے تحت ظہور میں آئے، جیسا کہ ابھی نظر سے گذرا، ہمارے سامنے طرح طرح سے رنگ دے کر کتابوں میں بھر دیئے گئے ہیں ۔ یہ کارنامہ انگریزوں نے ایک خاص مقصد اور پالیسی کے تحت کیا ہے ۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ سطریں لکھی جارہی تھیں کہ اخباروں میں اس طرح کی خبریں نظر آئیں ۔ انھیں ملاحظہ کیجئے اور سوچئے کہ ایسے ہی واقعات پہلے بھی ہوئے ہیں جن کو انگریزوں نے ہمارے درمیان ہندو مسلم منافرت پیدا کرنے کے لیے خاص انداز میں بیان کیا اور مسلمان بادشاہوں سے نفرت پھیلانے کے لیے کیا سے کیا بنا دیا ۔ صرف دو خبریں ملاحظہ ہوں ۔

۱ ۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء کے اخباروں میں یہ خبر ہے کہ باغپت کی مقامی پولس ذرائع کے مطابق سرکاری زمین پر مورتیاں رکھنے والوں کے خلاف کاروائی ہوگی ۔ ایس پی پولس وجے سنگھ نے حکم جاری کیا کہ پولس سرکل آفیسر ایسے لوگوں کی فہرست مہیا کریں جنہوں نے یکم جون کے بعد سرکاری زمینوں پر مورتیاں رکھدی ہیں ۔۔۔ جس سے امن وقانون کی صورت حال خراب ہوئی ہے کیونکہ سرکار اور ایڈمنسٹریشن (انتظامیہ) کی واضح پالیسی ہے کہ بغیر اجازت ہرگز کوئی بھی مورتی یا مجسمہ کہیں نہیں لگایا جاسکتا ۔"

(قومی آواز ۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ ص ۵)

۲۔ دوسری خبر ۱۳۱ کتوبر ۱۹۹۵ء کے تقریباً تمام اخباروں (ہندوستان ٹائمز وغیرہ) میں یہ ہے کہ ــــــ "دہلی میونسپل کارپوریشن کے کمشنر سبھاش شرما نے چندرا سوامی کے آشرم کو منہدم کرنے (گرانے) کا حکم دے دیا ہے۔ یہ عمارت قطب انسٹی ٹیوشنل علاقے (۱۸ / ۱۹) میں واقع ہے۔ وزیر اعلا مدن لال کھورانہ نے بتایا کہ انہدام کا حکم ہوچکا ہے مگر انہدام تب ہی عمل میں آئیگا جب دہلی پولس فورس مہیا کرے گی (قومی آواز ۳۱ ا کتوبر ۱۹۹۵ء)

عہدِ اورنگ زیب کے کچھ ہندو مورّخ

تاریخ ہند میں زہر گھولنے کا کام ۱۸۵۷ء کے بعد طے شدہ پالیسی اور منصوبہ بند طریقے پر کیا گیا۔ کتنے ہی انگریزوں نے اپنی زندگیاں اس کام کے لئے وقف کیں، اردو، فارسی میں مہارت بہم پہنچائی اور تاریخ کے دھبوں کو ٹٹولنا شروع کیا تاکہ انہیں نمایاں کرکے اس انداز میں واقعات لکھے جائیں کہ طالب علموں کے ذہن میں فرقہ وارانہ منافرت پوری طرح پیوست ہوجائے۔ کیوں کہ بغاوت کی آئندہ روک تھام کے لئے ایک مستقل دیرپا اور نتیجہ خیز نسخہ یہی تاریخ کا زہر تھا جو نہایت مفید اور تیر بہ ہدف ثابت ہوا۔ جہاں ایک طرف ہندوؤں میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہوگیا جس نے اسی زہر کے اثر سے انگریز حکمرانوں کے اشاروں پر تاریخیں لکھنا شروع کیں، دوسری طرف مسلمانوں میں علیحدہ سیاسی تنظیم، جداگانہ انتخاب اور دو قومی نظرئے ابھرتے چلے آئے۔ غالباً سب سے پہلے یہ زہر بھرنے والا بمبئی کا گورنر مونسٹو راٹ الفنسٹن تھا جس کی کتاب "ہسٹری آف انڈیا" کا چھٹا ایڈیشن ۱۸۷۴ء میں لندن سے شائع ہوا۔ اس کے بعد متعدد انگریزوں نے یہ کام شروع کردیا۔ قاعدہ اس زمانے میں پہلے سے یہ چلا آرہا تھا کہ ابتدائی درجوں میں اخلاقیات اور مذہب کے عام اصولوں سے متعلق کتابیں پڑھائی جاتی تھیں جنہیں خارج کردیا گیا اور تاریخ ہند کورس میں داخل کی گئی اور ابتدائی درجوں کے طلباء کے لئے زہریلی تاریخوں کے مختصر ترجمے ہندوستانی زبانوں میں کئے گئے جو تمام ابتدائی مدرسوں کے کورس میں داخل کردی گئیں۔

اس قسم کے زہریلے انجکشن تھے دماغوں میں بھر دینے کا نتیجہ چالیس پچاس سے بھی کم عرصے میں سامنے آگیا۔ کیونکہ انگریزی تاریخیں اسکول کالجوں میں پڑھنے کے بعد کس کا سر پھرا تھا کہ وہ اصل مآخذ اور ہم عصر تاریخوں سے مقابلہ کرتا پھرے۔ ساری تاریخیں فارسی میں تھیں۔ اور فارسی کو یک قلم منسوخ کردیا گیا تھا لہٰذا اب کوئی شامت کا مارا فارسی پڑھے بھی تو بیچے تیل ــــــ

شاد عظیم آبادی نے تو ایک مضمون میں لکھا تھا کہ "کہنے والے صرف اس کہنے پر ہی قناعت نہیں کرتے کہ سلاطین مغلیہ نہایت ہی مذہبی تعصب رکھتے تھے بلکہ طرح طرح سے اس بات کو رنگ دے کر کتابوں میں درج کیا ہے ------- یہ تاریخیں جبکہ اسکولوں میں

داخل ہیں تو لامحالہ پڑھنے والوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی " (۱)
کتنی ہی ہم عصر تاریخیں اور مورخ ایسے ہیں کہ جن کے حوالوں سے ان انگریزی کتابوں کی فریب کاریاں سامنے لائی جاسکتی ہیں ۔ ہنری ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن کی مشہور کتاب کے بارے میں پروفیسر خلیق احمد نظامی کی رائے یہ ہے کہ :

"ایلیٹ نے اس زہر کو تاریخ ہند کی رگوں میں پہنچا کر اس طرح تاریخی مطمع نظر کو خراب کیا کہ اسکے خلاف آج جو بات بھی کہی جاتی ہے وہ شک آمیز تعجب سے سنی جاتی ہے ۔ برطانوی عہد سے قبل ہندو مسلمانوں کے تعلقات انتہائی شگفتہ تھے "

ہنری ایلیٹ نے دعوی کیا تھا کہ "اگر اس کی کتاب شائع کر دی جائے تو ہندوستان کی تمام آئندہ قومی تحریکیں سرد پڑ جائیں گی "(۲)

انگریز مورخوں نے سب سے زیادہ اورنگ زیب پر ' عنایات ' کی بارش کی ہے اس کے عہد کے چند ہندو مورخین کی کتابوں پر ہی اگر نظر ڈالیں تو حقیقت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے ۔ آئیے دیکھیں ۔

<u>سجان رائے بھنڈاری</u>

عہد اورنگ زیب کے مورخوں میں سجان رائے بھنڈاری (یا سنگھ) کو اہم مقام حاصل ہے ۔ اس کی کتاب " خلاصۃ التواریخ " بڑی اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے ۔ سر ہنری ایلیٹ نے اس کا نام سبحان رائے لکھا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کتاب میں بکرمی سن کے علاوہ اور کوئی بات ایسی نہیں جسکی بنا پر کہا جاسکے کہ مؤلف ہندو ہے مگر یہ بات صحیح نہیں ۔ " مآثر الامراء " کے مصنف نے صاف صاف لکھا ہے کہ " در عہد عالمگیر ہندوئے نوشتہ ۔ " مؤلف کا نام بعض جگہ سجان سنگھ اور بعض جگہ سجان رائے بھنڈاری ہے ۔ آخر الذکر کو صحیح مان لیا گیا ہے ۔ وہ بٹالہ (پنجاب) کا ساکن تھا ۔ یہ کتاب سن چالیس جلوس اورنگ زیب میں شروع کی ۔ سن ہجری کے ساتھ سن بکرمی سن سالباہن دیا ہے اور ہندو نقطہ نظر سے دنیا کی ابتداء آفرنیش کا سال بھی دیا ہے ۔ تین حصوں پر مشتمل ہے ۔ حصہ سوم میں اورنگ زیب کے حالات اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر لکھے ہیں اور بڑی عقیدت

۱۔ رسالہ مخزن ستمبر ۱۹۰۲ء ۲۔ خلیق احمد نظامی : ۱۸۵۷ء کا روزنامچہ ۴۵۔۴۲

ہے اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک مخطوطے میں مقامی تاریخ اور ہندو راجاؤں کی فہرست بھی درج ہے ابتدائی حصے میں ہندو مذہب اور اس کے رسوم اور علوم پر تفصیلی بحث ہے ہندوستان کا جغرافیائی تذکرہ ہے۔ اورنگ زیب اور اس کے بھائیوں سے جنگ کا حال بھی دیا ہے۔ خلاصۃ التواریخ " پر دو ضمیمے لکھے گئے ہیں جن میں مزید سو سال کے واقعات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ پہلا ضمیمہ جے کشن داس مہرہ کا ہے دوسرے کے مؤلف کا علم نہیں۔ بھنڈاری کی کتاب میں جو کچھ لکھا گیا تحقیق و تصدیق کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس کتاب سے اورنگ زیب کے متعلق پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ وہ اورنگ زیب کو سراسر بے گناہ قرار دے کر مستحق ستائش سمجھتا ہے۔ عقیدت مندانہ الفاظ اور انداز ہے اور تمام واقعات میں محتاط طریقے سے اورنگ زیب کی حمایت کرتا ہے۔ غالباً اسی لئے ہنری ایلٹ صاحب کو یہ انداز پسند نہیں آیا اور وہ اس کا ہندو ہونا گوارانہ کر کے شبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اس کا نام "سبحان رائے" لکھتے ہیں۔ یہ کتاب مراد آباد سے بہ تصحیح ظفر حسین سپرنٹنڈنٹ محکمۂ آثار قدیمہ ۱۹۱۹ء میں مرتب کر کے شائع کی جاچکی ہے۔

رائے چندر بھان برہمن

اورنگ زیب کے معاصرین میں چندر بھان اہم اس لئے ہے کہ اس کو بعض جگہ عالمگیر کا میر منشی بتایا گیا ہے۔ مہاتما ستیہ دھاری مؤلف رسالہ "علاج تعصب" نے چندر بھان کے متعلق یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک بار اورنگ زیب نے بنارس میں ایک مندر کو توڑ کر مسجد بنانے کا حکم دیا۔ چندر بھان کو یہ بات شاق گذری اور اپنے دل کے جذبات کو ایک شعر میں ظاہر کیا :

ببیں کرامتِ بت خانۂ مرا اے شیخ
اگر خراب شود خانۂ خدا گردد

یہ شعر بادشاہ نے بھی سنا، عالمگیر سخن فہم تھا، چندر بھان سے کہا کہ سچ بتا تونے اصل شعر میں "شیخ" کی بجائے کیا کہا تھا اسنے کہا سچ تو یہ ہے کہ میں نے "شاہ" کہا تھا مگر آپ کے خوف سے "شیخ" پڑھ دیا۔ عالم گیر نے یہ سن کر اپنا فیصلہ منسوخ کر دیا اور آئندہ ممانعت کر دی کہ کوئی مندر توڑ کر مسجد تعمیر نہ ہو ـــــــــ لیکن تاریخ اس واقع کی تائید نہیں کرتی اور خود چندر بھان کی سوانح عمری مجروح ہو جاتی ہے کیونکہ تذکرہ نویسوں نے اسے عہد شاہجہانی کے شعراء میں شمار کیا ہے۔ شعر چندر بھان کا ہی ہے۔ اس کا قلمی دیوان پنجاب

پبلک لائبریری لاہور میں موجود تھا۔ وہ عالمگیر کا نہیں، شاہ جہاں کا میر منشی آخر عمر تک رہا۔ آگرے میں انتقال ہوا، برہمن تخلص کرتا تھا۔ اس کی مشہور تصنیف "چہار چمن" ہے۔ جو عمر کے آخری دور میں لکھی۔ جس سال عالم گیر نے داراشکوہ کو آگرے کے قریب شکست دی اسی سال چندر بھان فوت ہوا۔ یعنی اورنگ زیب کی تخت نشینی سے پہلے۔ اس طرح وہ عالمگیر کا میر منشی نہیں رہا البتہ بلخ کی مہم میں شاہ جہاں نے اس کو عالمگیر کے ہمراہ ضرور بھیجا تھا۔ اپنی کتاب "چہار چمن" میں اس نے شاہ جہانی دور کی بڑے دل کش انداز میں عکاسی کی ہے۔ واضح رہے کہ "چہار چمن" ایک اور بھی کتاب ہے۔ جس کا مصنف دولت رائے ہے۔ چندر بھان نے آگرے میں ایک وسیع تالاب اور ایک خوشنما باغ اور عمارت اپنی کچہری کے لیے تعمیر کرایا تھا۔ یہ باغ اور سنگ سرخ کا دروازہ آگرہ اور سکندرہ کے درمیان لب سڑک واقع ہے (۱)

رائے بندرابن بہادر شاہی

عہد اورنگ زیب کا ایک اور اہم مورخ ہے۔ داراشکوہ کے دیوان (وزیراعظم) بھرامل کا بیٹا تھا اورنگ زیب کے عہد میں مختلف عہدوں پر رہنے کے بعد شہزادہ معظم شاہ کی تخت نشینی پر بھی ملازم رہا اور دیوان بنایا گیا۔ اورنگ زیب کے امراء میں خصوصی امتیاز کا حامل تھا معظم بہادر شاہ کو اپنے باپ (اورنگ زیب) سے عقائد کا اختلاف بھی تھا اور وہ باپ سے ناراض بھی رہا۔ ان حالات میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بندرابن عالمگیر کے ساتھ ہمدردی یا مخالفت کا برتاؤ کرنے میں آزاد تھا لیکن اس کی کتاب "لب التواریخ" میں اورنگ زیب کے بارے میں بطور مثال چند الفاظ ملاحظہ ہوں

"بہ عدل و ریاضت پادشاہی نمودند در عہد خود اکثر رسوم را بر طرف ساختند"

(عالم گیر نے انصاف اور مستعدی سے حکومت کی اور اپنے عہد میں اکثر رسموں کو موقوف کیا)

یہ کتاب "لب التواریخ" ۹۶-۱۶۹۵ء میں لکھی گئی اور تمام واقعات چشم دید بیان کئے گئے ہیں۔ مذکورہ الفاظ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے کس انداز میں اورنگ زیب کا ذکر کیا ہوگا۔ اس کی کتاب کو بعد کے مورخوں نے مستند مآخذ تسلیم کیا ہے۔" تحفۃ الہند"

۱۔ ایوب خاں: عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں ــــ ۲۸

مؤلفہ لال رام بن دولارام کے ماٰخذ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ جگ جیون داس بن منوہر داس کی کتاب "منتخب التواریخ" تقریباً اسی کی تلخیص ہے۔ بندرابن عالمگیر کے ساتھ دکن کی جنگوں میں شریک تھا۔

بھیم سین کائستھ

کتاب "نسخۂ دلکشا" کا مصنف ہے ۱۶۴۹ء میں بمقام برہان پور پیدا ہوا۔ باپ (رگھونندن) مغل دربار میں منصب دار تھا۔ اس کی تصنیف کے متعدد نسخے یورپ کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں۔ یہ کتاب اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد لکھی گئی۔ اس میں ۱۱۲۰ھ سے ۱۱۶۸ھ ۱۶۵۷ء تک دکن کی جنگوں کا بیان شامل ہے۔ واقعات بلا کم و کاست سلیس فارسی میں ہیں۔ تمدنی حالات بھی بیان کئے ہیں۔ اورنگ زیب پر الزامات کی جگہ جگہ تردید ہوتی ہے۔ کتاب میں اورنگ زیب کی تخت نشینی سے کام بخش کی وفات تک کے حالات ہیں بھیم سین کچھ عرصہ مہاراجہ جسونت سنگھ کے دربار سے وابستہ رہا۔ شیواجی سے مقابلے کے لیے بھی گیا اور پھر دلپت رائے کی فوج میں رہا جو اورنگ زیب کا مشہور جنرل تھا۔ ۱۶۹۸ء میں یہ کتاب لکھنا شروع کی۔ اورنگ زیب کے بعد تخت نشینی کی جنگ میں اعظم شاہ کی حمایت میں رہا۔ اعلا عہدوں پر فائز رہا لیکن اعظم شاہ کی شکست نے تمام عہدوں سے محروم کر دیا۔ اس کی وفات کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

ایشر داس ناگر

کتاب "فتوحات عالمگیری" کا مصنف ہے پٹن (گجرات) کا ساکن برہمن تھا۔ تیس (۳۰) سال کی عمر تک شیخ الاسلام کی خدمت میں رہا اور اسی دوران حکومت کی پالیسی اور سیاسی صورت حال سے بہ خوبی واقف ہوا۔ "مآثر عالم گیری" کے مصنف کا بیان ہے کہ جب شیخ الاسلام مکہ معظمہ گئے (۱۶۸۳ء) تو ایشر داس ناگر شجاعت خاں ناظم گجرات کی ملازمت میں آگیا۔ جودھپور کا پرگنہ اس کے زیر عمل تھا۔ جس کی وجہ سے اکثر راٹھور سردار اُس کے دوست بن گئے جس کا اس نے تذکرہ بھی اپنی کتاب میں کیا ہے۔ جب اورنگ زیب کا بیٹا محمد اکبر ۱۶۸۱ء میں باغی ہو کر راجپوتوں کی پناہ میں چلا گیا اور پھر ایران گیا تو اس کا بیٹا بلند اختر اور لڑکی صفیہ راجپوتوں کے پاس تھی اور درگاداس راٹھور اُن کی پرورش کر رہا تھا۔ ایشر داس نے ہی درمیان میں پڑ کر تمام معاملات طے کرائے۔ شہزادہ اکبر کی بغاوت کے

بعد اس کی تین لڑکیاں اور تین لڑکے درگا داس کی حفاظت میں پلے بڑھے ۔ ایشر داس جب جودھپور راجا کم ہوا تو درگاداس سے اسکے تعلقات ہو گئے۔اس نے راجپوت سردار کو ترغیب دی کہ وہ شہزادہ اکبر کی اولاد کو دربار شاہی میں پہنچا کر اورنگ زیب کی خوشنودی حاصل کرے۔ ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ 1698ء میں درگاداس نے اسکو خط لکھا کہ اگر شجاعت خاں اسے سلامتی کا یقین دلائے تو وہ صفیہ کو شاہی محل میں بھیجنے کے لیے تیار ہے۔اس نے لکھا ہے کہ "حضورمعلیٰ (اورنگ زیب) نے اسکی درخواست کو قبول کرلیااور میں درگاداس کے پاس پہنچا جو اس زمانے میں ایک خطرناک اور دور افتادہ مقام پر تھا۔چنانچہ شہزادی کو لے کر شجاعت خاں کے پاس آیااور پھر شاہی دربار میں پہنچ کر شہزادی کو پیش کیا۔" اس نے لکھا ہے کہ "چونکہ بیگم میری خدمات سے خوش تھیں، انھوں نے فرمایا کہ ان کے ساتھ شاہی دربار میں حاضر ہوں۔ وہاں پہنچ کر شہزادی بیگم نے شہنشاہ سے درگاداس کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے میری تعلیم کے لیے ایک مسلمان استانی اجمیر سے منگائی تھی جسکی زیر ہدایت میں نے قرآن مجید حفظ کیا ہے۔حضورمعلیٰ جہاں پناہ اس بات سے اتنے خوش ہوئے کہ درگاداس کے تمام قصور معاف کر دیئے اور فرمایا کہ "بتاؤ درگاداس کیا چاہتا ہے؟" بیگم نے فرمایا کہ ایشر داس کو سب کچھ معلوم ہے۔ حضور معلی نے حکم دیا کہ اس بندہ درگاہ (ایشر داس) کو دیوان خاص میں قاضی عبداللہ کی معرفت حاضر کیا جائے۔ دوسرے دن مجھے حضوری کا شرف حاصل ہوا۔میں نے بیان کیا کہ درگاداس دربار میں منصب چاہتا ہے اور جاگیر کا خواہش مند ہے۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور مجھے بھی دو سو سوار خلعت کا منصب عطا ہوا۔ خلعت عطافرمانے کے بعد حضور شہنشاہ نے فرمایا کہ بلند اختر اور درگاداس کو بھی ہمارے حضور میں پیش کرو۔میں درگاداس کے پاس گیا۔اس کو لے کر احمد آباد آیااور پھر اسے بلند اختر کے ہمراہ لے کر سورت پہنچا۔۔۔۔ درگاداس کو تین ہزاری منصب، ایک مرصع خنجر، موتیوں کا ہار اور ایک لاکھ روپیہ عطا ہوا۔ یہ واقعہ 99-1698ء کا ہے جب سن جلوس بیالیس تھا۔اس کی تصنیف "فتوحات عالمگیر" 1731 میں مکمل ہوئی جب وہ 76 سال کا تھا۔ اس کتاب کا ایک نسخہ برٹش میوزیم لندن میں تھا۔ جادوناتھ سرکار نے اسکا انگریزی ترجمہ کیا تھا۔اس کتاب سے بھی اورنگ زیب کے بارے میں غلط فہمیوں کی تردید ہوتی ہے۔ "فتوحات عالم گیری" میں 91-1690ء م 1101-1102ھ تک کے واقعات تفصیل سے ملتے ہیں اور کچھ واقعات اسکے بعد کے بھی

شامل ہیں ۔ یہ کتاب تقریباً نصف صدی کی تاریخ ہے ۔ مستند ہم عصر اور غیر سرکاری ماخذ ہے ۔ پروفیسر ستیش چندر (سابق چیرمین یونیورسٹی گرانٹ کمیشن) اسکے بارے میں کہتے ہیں :

"یہ کتاب اورنگ زیب پر اہم ماخذ ہے ۔ ایشور داس غیر سرکاری مصنف ہے اور اسکی تحریر بے حد اہم ہے ۔ اس نے کہیں بھی اورنگ زیب کو اسلام کا علم بردار یا ہندو دھرم کا دشمن نہیں لکھا ۔ اسی طرح شیواجی کے واقعات مذہبی نقطۂ نظر سے بیان نہیں کیے ۔ ہم عصر راجپوت ماخذ میں بھی جو حال ہی میں شائع ہوئے ، اسی طرح کا نقطۂ نظر ہے اسلیے ایسے ہم عصر ماخذ کو شائع کرنے کی ضرورت ہے" ۔

(دیباچہ فتوحات عالمگیری مرتبہ تسنیم احمد)

مصنف کا مقصد نہ تو اورنگ زیب کو خوش کرنا ہے اور نہ کسی کی حمایت حاصل کرنا مقصود ہے ۔

راٹھور راجپوتوں اور مغل بادشاہوں کے درمیان صلح صفائی کرانے میں ایشر داس کا ہاتھ اور اہم حصہ رہا ہے اور نگ زیب کو جس طرح بدنام کیا گیا یہ کتاب اسکی مکمل تردید ہے ۔ 'مراۃ احمدی' کے مصنف نے اسے مستند مان کر استفادہ کیا ہے ۔ پوری کتاب دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف ایشر داس مذہبی تعصب یا جانب داری سے کام نہیں لیتا ۔ وہ اورنگ زیب کو کہیں بھی تنگ نظر یا متعصب حکمراں کے روپ میں نہیں دیکھتا ۔ اسکے بیان کا انداز ایماندارانہ اور منصفانہ ہے ۔ واقعات کو توڑ موڑ کر بیان نہیں کرتا ؛ یہ نسخہ تخت نشینی کی جنگ کے حالات سے شروع ہو کر درگاداس راٹھور کی صلح پر ختم ہوتا ہے ۔ اورنگ زیب پر بڑی اہم معلومات مہیا ہوتی ہیں جو تاریخ دانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں ۔

منشی مادھورام

یہ نواب لطف اللہ خاں (بن سعداللہ خاں بہ عہد شاہ جہانی) کا میر منشی تھا ۔ اعلا قابلیت اور صلاحیت کا حامل تھا ۔ عربی پر بھی عبور رکھتا تھا ۔ اسکے خطوط کا مجموعہ 'منشیات مادھورام' ہے جو 'انشائے مادھورام' کے نام سے مشہور ہے ۔ اس میں بہت کچھ ایسا مواد اور حالات ہیں جو اورنگ زیب پر روشنی ڈالتے ہیں ۔ اورنگ زیب کے نظام حکومت 'ہندو عہدہ داروں کے حالات' ان پر اورنگ زیب کا اعتماد وغیرہ کے واقعات سامنے آتے ہیں انہی

خطوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دکن کے نئے مقبوضہ علاقے بجاپور کے ایک نہایت اہم قلعے کی ذمہ داری عالمگیر نے ایک راجپوت مان سنگھ راٹھور کے سپرد کی جہاں مراٹھوں اور دوسری ذاتوں کے ہندؤں کی اکثریت تھی۔ اسی طرح راجہ رام ناتھ کا ذکر ان خطوں میں ملتا ہے جسکو اورنگ زیب نے کسی شہزادے کے ہمراہ شمالی ہند بھیجا تھا۔ رام ناتھ کے کارہائے نمایاں سے بادشاہ بہت خوش تھا۔ جب اس کی جدائی اورنگ زیب کو محسوس ہوئی تو ایک قلعے کے محاصرے کے وقت کہا کہ رام ناتھ اس وقت موجود ہوتا تو خوب ہوتا چنانچہ نواب کو تلاش کی طرف سے مادھورام نے راجہ رام ناتھ کو خط لکھا اور بہ تعظیم بلایا۔ یہ خط "انشائے مادھورام" میں موجود ہے۔ اسکے علاوہ اس نے اپنے مسلمان دوستوں کو جو خط لکھے ہیں ان سے اس دور کے باہمی تعلقات اور آپس کے اتحاد کا نقشہ سامنے آتا ہے۔

زہریلی تاریخ کے اثرات

ان چند تذکرہ نگاروں اور مورخوں کی کتابوں میں اگر دیکھا جائے تو اورنگ زیب کی اصل تصویر سامنے آتی ہے لیکن اسکے عہد کی تاریخ میں دیدہ دانستہ رنگ آمیزی کی گئی اور یہ کوششیں گذشتہ صدی کے اواخر میں شروع کی گئیں تھیں۔ چنانچہ عبدالحلیم شرر نے رسالۂ دلگداز' (فروری 1926) میں ایک مضمون میں ان حالات کا جائزہ لیا تھا جب نتائج بھی سامنے آنے لگے تھے۔ مولانا شرر کا مشاہدہ ملاحظہ ہو:

> "اب اسکا نمونہ یہ نظر آرہا ہے کہ آریہ سماجیوں نے ایسے صدہا سالے پبلک میں پھیلانا شروع کردیئے ہیں جن میں غلط اور بے بنیاد واقعات رنگ رنگ کے اور بڑھا بڑھا کر دکھائے جاتے ہیں جس میں دکھایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے سکھوں پر کیسے کیسے تھرا دینے والے مظالم کیے اور اسکے دیباچے میں بتایا گیا ہے کہ کلکتے کے ایک بڑے ریفارمر (انگریز) نے اسے بہت پسند کیا"

مولانا شرر نے آئیندہ کے حالات کا عکس بھی دیکھ لیا ہے۔ اسی مضمون میں لکھتے ہیں:

> "اصل بنائے فساد ہمارے موجودہ مدرسوں اور تعلیم گاہوں میں پڑی ہے۔۔۔۔۔ ہماری پرانی تعلیم میں روحانی بےنفسی اور اخلاقی میل جول کا سبق دیا جاتا تھا جسکا نتیجہ بھی نظر آجاتا تھا۔ لیکن سررشتۂ تعلیم نے یہ کہہ کر ان کتابوں کو نصاب سے خارج کر دیا کہ ہندوستان میں چونکہ

مختلف مذاہب ہیں اور مشرق میں اخلاق و آداب مذہب کا جزو بن گئے ہیں لہذا سرکار یہ تعلیم نہیں دلاسکتی"

آگے چل کر وہ کہتے ہیں:

"چنانچہ مدارس سرکاری کے نصاب میں اخلاقی کتابوں کے بدلے تاریخ کی کتابیں داخل کی گئیں۔ پھر چند ہی روز کے تجربے میں نظر آیا کہ ہندوستان میں پھوٹ ڈالنے کے لیے تاریخ سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوسکتی ----- جب تک تاریخ پڑھانے کی یہی شان ہے ہندوستان میں کسی قسم کی اصلاح نہ ہوگی ----- آئندہ اس سے بھی زیادہ نازک اور خطرناک زمانہ نظر آئے گا"

سب سے پہلے تاریخ ہند کو زہریلا بنانے والا بمبئی کا گورنر مونسٹوراٹ الفنسٹن تھا اسکے بعد متعدد انگریزوں نے طے شدہ پالیسی کے تحت یہ کام شروع کردیا جن کے اگر نام ہی لیے جائیں تو طویل فہرست ہوگی۔ انہی میں ایک اسٹینلے لین پول (Stanley Lanepoole) تھا جس نے اورنگ زیب پر کتاب لکھی (1890ء) جو آکسفورڈ سے چھپی اور نگ زیب پر جتنی کیچڑ اچھالی جاچکی تھی اس پر لین پول نے مہر تصدیق ثبت کردی اور بظاہر دفاع کیا یعنی ان تمام غلط اقدامات کو جائز قرار دیا جس کا اورنگ زیب کو غلط طور پر ذمہ دار بتایا گیا تھا۔ علامہ شبلی کی کتاب "اورنگ زیب پر ایک نظر" انہی دونوں مورخوں کی بکواس کا جواب ہے۔ اسی مورخ لین پول نے ایک کتاب "میڈیول انڈیا انڈر محمڈن رول" (1903) لکھی۔ اسکے علاوہ ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن کی ہسٹری آٹھ جلدوں میں شائع کی گئی جس کا ہم ذکر کرچکے ہیں۔ لیکن یہ کتابیں بی اے اور ایم اے کے معیار کی تھیں اسلیے تمام علاقائی زبانوں میں مختصر ترجمہ کرکے نچلے درجوں کے کورس میں داخل کردی گئیں۔ اکبرالہ آبادی نے شاید اسی موقعے کے لیے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

صرف مثال کے طور پر ملاحظہ کیجئے کہ ایلفنسٹن وغیرہ نے لکھا ہے کہ اورنگ زیب نے سارے حاکموں کو حکم بھیجا کہ شاہی ملازمتوں میں ہندو بھرتی نہ کیے جائیں_____ لیکن واقعہ ہے کیا؟_____ بعض ہندو مورخوں نے بھی بیان کیا ہے اور خصوصاً خافی خاں کی کتاب

("منتخب اللباب") میں بیان ہوا ہے، یہ ہے کہ اورنگ زیب نے 1082 میں حکم دیا کہ صوبے داروں اور تعلقہ داروں کے پیش کار اور دیوان نیز محالات خالصہ (سرکاری) کے مال گذاری وصول کرنے والے ہندو نہ مقرر کیے جائیں۔ خانی خاں کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"صوبے داران و تعلقہ داران پیشکاران
دیوان ہندو را بر طرف نمودہ"

(بہ حوالہ شبلی 28)

لیکن اس حکم کو مذہبی تعریق سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ ان عہدوں پر جو کائستھ مقرر تھے ان کے رشوت لینے کی خبروں کی وجہ سے یہ حکم نافذ ہوا۔ پھر کچھ ہی عرصے بعد اس حکم کی اصلاح کی گئی کہ پیشکاروں میں ایک ہندو اور ایک مسلمان مقرر ہو۔ یہ بھی خانی خان کے ہی الفاظ میں سنیئے:

"بعد چناں قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و نجیبان سر کار
یک پیشکار مسلمان و یک ہندو مقرر می نمودہ باشند"

اس ایک مثال سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ واقعات کو توڑ موڑ کر کس طرح رنگ آمیزی کی گئی۔

اورنگ زیب اور ٹیپو، ہندوؤں کی نظر میں

اورنگ زیب کے عہد کے مورخوں نے جو کچھ اسکے بارے میں لکھا وہ ہماری نظر سے گذرا۔ اب اسکے بعد کے کچھ ہندو مورخوں اور اہل قلم کے تاثرات پیش کیے جا رہے ہیں۔

لالہ سوہن لال مصنف "عمدۃ التواریخ"

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری اور روز نامچہ نویس حکومت رانے کے بیٹے گنپت رائے۔ ہونے جنکے بیٹے سوہن لال تھے جنھوں نے اپنے والد کے لکھے ہوئے مسودوں اور یادداشتوں کے علاوہ اپنے چشم دید حالات پر مشتمل "عمدۃ التواریخ" فارسی میں لکھی۔ یہ سکھ فرقے کی تاریخ ہے۔ ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی حالانکہ لکھی ہوئی بہت پہلے غالباً ۱۸۴۶ء کی ہے۔ اس میں اورنگ زیب کے عہد میں سکھوں کے حالات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اورنگ زیب کا ذکر صفحہ ۲۔ دفتر اول میں اسطرح ہے

"بر آرندہ لہیم جہاں داوی فرازندہ اورنگ نامداری شمس صولت و حشمت حضرت اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ بہ ترتیب شایان مرتب و مہیا شدہ اندشا ہے کہ ازماہ تابہ ماہی از تیغ بے دریغ او مسخر گشتہ واز شمک تا سمک در عرصہ صیت عدل واحسانش بصدف گوش انام رسیدہ--------"

پوری تاریخ دیکھنے کے بعد وہ حالات سامنے آتے ہیں جنہیں دیدہ و دانستہ پوشیدہ کر دیا گیا اور طرح طرح کے الزامات اورنگ زیب پر لگائے گئے جو گرو تیغ بہادر اور گرو گوبند سنگھ سے متعلق ہیں۔ مثال طور پر گرو گوبند سنگھ کے دونوں لڑکوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وزیر خاں فوج دار سرہند دونوں کو گرفتار کر کے سرہند لایا اور دیوان چندو لال کے سپرد کیا چند و لال نے از راہ حماقت یا شرارت ایسے نالائق آدمی مقرر کیے کہ انھوں نے دونوں کو قتل کر دیا۔ عالم گیر اس زمانے میں دکن میں مہمات میں مصروف تھا اور دہلی سے سیکڑوں میل دور اورنگ آباد میں مقیم تھا۔ یہ جو کچھ ہوا اسکی ذمہ داری فوجدار سرہند پر ہو سکتی ہے نہ کہ اورنگ زیب پر گرو تیغ بہادر کی موت کا صحیح واقعہ درج کیا ہے جو قطعی اورنگ زیب سے متعلق نہیں مگر طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جا رہا ہے یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ گرو رام رانے ایک بار اورنگ زیب سے ملاقات کرنے دہلی گئے اور وہاں اپنی کرامتیں عالمگیر کو

دکھائیں بادشاہ نے بہت خاطر مدارات کی اور ملک دون (دہرہ دون) متصل کوہستان میں بطور نذر جاگیر عطا کی۔ گرو نے اسی جاگیر میں سکونت اختیار کی (دہرہ دون میں گرو جی کا گردوارہ اب بھی موجود ہے اور اس میں اورنگ زیب کے فرمان بھی محفوظ ہیں۔)

مہتہ آنند کشور

گرو گوبند سنگھ جی کی سوانح حیات مہتہ آنند کشور نے لکھی ہے اس میں بھی یہ مذکورہ بالا واقعات درج کیے ہیں اور کسی ظلم و تشدد یا جبر و نا انصافی کی ذمہ داری اورنگ زیب پر عائد نہیں کی اور اسے تعصب اور تنگ نظری سے کھلے الفاظ میں بری قرار دیا ہے

مہتہ جیمنی صاحب

مہتہ جیمنی صاحب ایک عالم تھے جنکے مضامین اخبارات مثلاً بندے ماترم وغیرہ میں دید ک پرچارک کے عنوان سے نکلتے تھے۔ انھوں نے اورنگ زیب پر ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا تھا۔ لکھتے ہیں

"اورنگ زیب اپنے زمانے میں ایک نمونے کا بادشاہ ہو گزرا ہے۔ وہ امور سلطنت میں مذہبی تعصب سے بری تھا۔ اگر اسکے نقش قدم پر اسکے بیٹے بھی چل سکتے تو ہند کی عنان حکومت خاندان مغلیہ کے ہاتھ سے نہ نکلتی۔"(۱)

ڈاکٹر سی پی رائے

ڈاکٹر سی پی رائے نے لکھا

"ہندوؤں کے ساتھ اورنگ زیب کی مبینہ تنگ نظری اور مذہبی تعصب پر دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے گئے ہیں لیکن اسکے عہد حکومت میں بقول مورخ الفنسٹن ایسا کہیں نہیں معلوم ہوتا کہ کسی ایک ہندو نے بھی مذہب کی خاطر جان و مال یا قید برداشت کی ہو یا کسی شخص سے اسکے آبائی طریق پر کھلم کھلا پرستش کے لیے باز پرس کی گئی ہو"

(ایوب خاں۔۷۶)

---

(۱) ایوب خاں: عالم گیر ہندوؤں کی نظر میں۔۷۶

منشی حکم چند (مندر کو وظیفہ)

ضلع ملتان کی تاریخ کے مصنف منشی حکم چند جی ایکسٹرا اسسٹینٹ کمشنر بندوبست نے ۱۸۸۴ء میں اپنی یہ تاریخ شائع کی ۔ وہ لکھتے ہیں :

"اورنگ زیب نے مصر کلیان داش کے نام مندر طو طلائی کیلیے جو ملتان میں اندرون حرم دروازہ واقع ہے سو روپے کا وظیفہ مقرر کیا تھا"

ضلع حصار کی ایک قلمی تاریخ کا ذکر ایوب خاں نے اپنی کتاب میں کیا ہے جس میں کسی شوالے کا تذکرہ ہے ۔ قلمی کتاب کا اقتباس یہ ہے

"مقام ہانسی ضلع حصار میں ایک مشہور گشائیں بابا جگناتھ پوری کی سمادھی اور شوالہ نہر کے کنارے شہر سے جانب غرب اکبر کے زمانے کا بنا ہوا موجود ہے ۔ اس سمادھ اور شوالے کے نام عالمگیر کی طرف سے اراضیات معافی کا فرمان گشائیں مذکور کے چیلوں کو عطا ہوا تھا اور وہ اراضیات ۱۸۵۲ء تک معاف بطور جاگیر رہیں ۱۸۵۲ میں گورنمنٹ نے ضبط کر کے ان پر مال گذاری تشخیص کر دی"(۱)

بابا ملوک داس کو جاگیر

قصبہ کڑہ مانک پور میں ایک خاندان ہے جو بابا ملوک داس کی اولاد ہے ۔ وہ فرقہ مہنت سے تعلق رکھتے تھے ۔ بابا صاحب کو اورنگ زیب نے بلوایا تو انھوں نے اسے اپنے اشعار ہندی بھاشا میں سنانے ۔ اورنگ زیب سن کر بہت خوش ہوا اور موضع سرا تھو بابا ملوک داس کو جاگیر میں عطا کیا ۔ عالمگیر کے فرمان ان کی اولاد کے پاس آج تک موجود ہیں ۔ (۲)

دیبی پرشاد اور تلسی رام

راجپوتانہ کے مشہور مورخ دیبی پرشاد نے ۱۹۱۶ء میں رسالہ "عبرت" کے لیے ایک مضمون لکھا تھا ۔ انھوں نے لکھا تھا کہ راجپوتانہ میں پہلو دی ایک پرانا گاؤں جو دھپور سے تیس کوس پورب ایک پہاڑی کے دامن میں ہے یہاں برہمانی ماتا کا مندر آثار قدیمہ اور فن تعمیر کا نمونہ ہے ۔

اس کے جنوب میں ایک چھوٹا سا مندر جوالا دیبی کا ہے ۔ ان مندروں کی مرمت

---

(۱) ایوب خاں : ۷۸ (۲) تاریخ کڑہ مانک پور ۱۳۷ ۔ ۱۳۸

سلطان محمود تغلق کے زمانے میں ہوئی۔ پچھم کی طرف ایک جین مندر ہے۔ جو بہت بلند ہے۔ یہ سب خاندان سلطان کے عہد حکومت میں تعمیر ہوئے۔ پجاریوں کے پاس ملاحیات (معافی) کے فرامین شاہی موجود ہیں۔ مندروں کے کتبوں میں مسلمان بادشاہوں کے نام درج ہیں۔ سو بھارام جی برہمن باشندہ بوڑیہ (متصل جگادھری) نے عہد عالمگیر میں ایک عالی شان مندر بنوایا تھا۔ جس کا تذکرہ رائے تلسی رام نے اپنی کتاب "بھگت مال" میں بھی کیا ہے۔
اس کتاب کا دسواں ایڈیشن نول کشور نے ۱۹۲۶ء میں شائع کیا تھا۔

رائے بہادر لالہ بیج ناتھ

کتاب "ہندوستان گذشتہ و حال" کے مصنف لالہ بیج ناتھ نے لکھی جو ۱۹۰۲ء میں چھپی۔ صفحہ ۱۱۵-۱۲۶ پر لکھتے ہیں:
"مسلمان فرماں رواؤں کی نسبت یہ اعتراض بھی پیش کیا جاتا ہے کہ انکے عہد میں نئے مندروں کی اجازت نہ تھی لیکن یہ سراسر غلط ہے ...... بہت سے مندر اس عہد کے تعمیر شدہ اس وقت تک موجود ہیں .... گجرات میں کثیر تعداد میں قدیم مندر ہیں ان میں بڑی تعداد ایسے مندروں کی ہے جو عالمگیر کے عہد میں تعمیر ہوئے۔"

بلاتی داس کی تذکرہ عالم

ایک اور مصنف بلاتی داس اپنی ضخیم یا تصویر کتاب "تذکرہ عالم" (ص ۱۵۶) میں لکھا ہے کہ:

"جہاں تک عالمگیر کے حالات پر نظر ڈالی جاتی ہے کوئی بات ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ جس سے وہ الزام قائم ہو سکیں جو مورخ اس پر قائم کرتے ہیں"

گوجر کوی، بھگوتی داس اور جین منی رام چندر وغیرہ

ایک گوجر شاعر بھگوتی داس نے اورنگ زیب کے متعلق اپنی کوتیا میں کہا ہے
"...(ترجمہ)..... اے اورنگ زیب آپ وہ ہیں جسکے کسی حکم میں کوئی خلل واقع نہیں ہو سکتا۔ آپ مقام شاہنشاہی کو زینت بخشئیے یہ شہنشاہ کا احسان ہے کہ کسی کے محکوم اور خوف زدہ ہونے کا امکان نہیں پایا جاتا"
(موہن لال دولہا چندر دیسائی جین گوجر کومیو کھنڈ ۲ بھاگ ۲ صفحہ ۱۲۷۹)

اسی طرح جین منی رام چند نے لکھا

"مردانوں اسے مہابلی اورنگ شاہ نریندر - تاسوراج میں ہرشن سوں رچینے ساشتر آنند" ترجمہ - "اے عظیم طاقت کے مالک اورنگ زیب آپ کی مردانگی کا کیا کہنا - آپ کی حکومت میں خوش و خرم ہو کر میں نے آنند شاشتر تصنیف کیا"

اورنگ زیب کے عہد میں کوی سبل سنگھ چوہان نے مہابھارت کا ہندی ترجمہ کیا - انھوں نے شیلہ پرو کے آخر میں لکھا ہے

"اورنگ زیب شاہ ولی سلطانا - پربل پرتاپ جگت ست جانا"

جناب بشمبر ناتھ پانڈے نے یہ مثالیں دے کر لکھا ہے کہ

"اگر اورنگ زیب کو ہندو مذہب یا کسی بھی مذہب کی طرف سے کوئی بھی نفرت یا ناقابل برداشت بھاؤنا ہوتی تو یہ کوی جو سنسار تیاگی جین منی تھے اورنگ زیب کی تعریف میں اپنی کویتائیں کیوں لکھتے ----- بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسے دریادل بادشاہ کے خلاف مورخوں نے ایک کالی چادر ڈال رکھی ہے"(۱)

ڈاکٹر اوم پرکاش پرشاد

حال ہی میں ڈاکٹر اوم پرکاش پرشاد نے انگریزی میں "اورنگ زیب "ایک نیا زاویۂ نظر" لکھی جسکا ترجمہ خدا بخش لائبریری پٹنہ نے شائع کیا ہے - وہ لکھتے ہیں

"اجین کے مہا کالیشور نامی مشہور شیو مندر میں چوبیس گھنٹے یعنی مسلسل چراغ جلانے کے لیے اورنگ زیب سے کئی سو سال پہلے ہی ایک بڑی آراضی اس مندر کو وقف تھی - اورنگ زیب کے زمانے میں کچھ مسلمان عہدے داروں نے اس پر پابندی لگائی جسکی شکایت میں اس شیو مندر کے پجاری نے اورنگ زیب کو درخواست دی - اورنگ زیب نے محمد مہدی سے جو ایک اعلا افسر تھا جانچ کرائی - اسکے بعد چار سیر گھی چبوترہ کوتوالی کے تحصیلدار کو اس مندر میں چراغ جلانے کے لیے حکم دیا" (ص۲۰)

---

(۱) عبدالمغنی : اورنگ زیب -۶

آگے چل کر لکھتے ہیں

"بنگال کے وشال پور شہر میں اورنگ زیب کے عہد میں دو مندروں کی تعمیر ۱۶۸۱ء میں ہوئی اور تیسرا مندر ۱۶۹۰ء میں تعمیر ہوا۔ گیا کے ایک مندر کو اس نے زمین وقف کی"

ڈاکٹر اوم پرکاش پرشاد نے اکبر سے اورنگ زیب تک مغل فوجوں میں اور درباریوں میں ہندو عہدے داروں کی تعداد کا ایک خاکہ بھی دیا ہے جس کے مطابق اورنگ زیب کے منصب دار درباری اور بڑے فوجی افسروں میں ایک سو پانچ ہندو تھے۔ جبکہ اکبر کے عہد میں ۳۶ اور جہانگیر کے عہد میں ۵۵ تھے۔

مرزا بیدل کا کلام

اورنگ زیب کے زمانے کے ایک شاعر مرزا بیدل نے ہندوؤں کے اوتاروں کی شان میں مدح سرائی کی ہے۔ اورنگ زیب نے اس اعلانیہ مدح سرائی اور ترانے کو سن کر کبھی ناخوشی کا اظہار نہیں کیا۔ اسکا خود یہ عقیدہ تھا کہ ہندوستان میں بھی خدائے تعالی کے پیغمبر اور ہادی بھیجے گئے ہیں۔ اورنگ زیب سے بہت پہلے حضرت خواجہ مجدد الف ثانی بھی فرما چکے تھے کہ کرشن جی اور رام چندر جی ہندوستان کے پیغمبر تھے۔ مرزا بیدل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

بہ عشق رام چوں بلبل سرایم	سراپا غنچہ دل ہا کشایم
چو اندر مدھپوری گوشہ نشینم	گل از باغ و بہار ادبہ چینم
ولی بودے کہ کتھل داس نامی	رفیق و ہم نشین و ہم کلامی
بہ عشق رام گویم ایں فسانہ	کہ باشد دل ربا از ہر ترانہ
نہ بد رام چوں دیگراں بادشاہ	بدے مظہر ذات پاک الہ
کزاں ذکر بارام خود در جہاں	شوم تا ابد حزم و شادماں

اورنگ زیب کے چند اہم ہندو منصب دار

اورنگ زیب کے بعض ہندو عہدے داروں کے نام ہم مثال کے طور پر درج کر رہے ہیں۔ ان میں راجپوت مرہٹے حتی کہ شیواجی کا داماد اور چچا زاد بھائی وغیرہ بھی شامل ہیں جو ہمیشہ اورنگ زیب کے حامی اور مددگار رہے ہیں

۱۔ اندر من دھندیرہ صوبہ مالوہ کا ساکن۔ شاہجہاں نے سرکشی کی وجہ سے قید رکھا اورنگ

زیب نے رہا کیا اور منصب سہ ہزاری دو ہزار سوار سے سرفراز کیا۔ بہادری کے انعام میں علم و نقارہ کا اعزاز ملا۔ کئی جنگوں میں اورنگ زیب کی طرف سے شریک تھا۔ صوبہ بنگال میں متعین ہوا۔

راجہ انوپ سنگھ۔ بھورتیہ راؤ کرن سنگھ کا بیٹا۔ جنگی خدمات انجام دیں جسکے صلے میں راجہ کا خطاب پایا۔ اورنگ آباد کا صوبے دار مقرر ہوا اور شیواجی کے مقابلے میں سر گرم رہا۔ انوپ سنگھ کے مرنے پر اسکا بیٹا بیکانیر کی حکومت پر سرفرز ہوا۔ ہزار و پانصدی کا منصب دار تھا۔

انی رائے ولد راجسنگھ جلوس ۴۲ عالمگیر میں منصب دو ہزاری ہزار سوار کا منصب ملا۔ اس کے بھائی بہادر سنگھ کو ہزاری پانصد سوار کا منصب ملا۔

راجہ اندر سنگھ راٹھور۔ ولد راجہ رائے سنگھ عالمگیر نے راجہ کا خطاب اور جودھپور کی حکومت عطا کی۔

خلعت خاصہ شمشیر مرصع اسپ و فیل علم و نقارہ عطا کیا۔ سہ ہزاری دو ہزار سوار کا منصب پایا۔

اسوجی دکھنی عالمگیر کا معزز منصب دار بیس ہزار روپیہ نقد انعام۔ خلعت نقارہ اسپ و فیل دیا گیا۔

اچلاجی شیواجی کا داماد۔ پنج ہزاری دو ہزار سوار منصب کے علاوہ نقارہ علم مرصع پہنچی اور ہاتھی عطا ہوا۔

اودت سنگھ ایرج کا فوج دار، دو ہزاری و پانصد ہزار و پانصد سوار کا منصب دار۔

اودت سنگھ۔ بھدوریہ چتور کا قلعہ دار ہوا

راؤ۔ بھاؤ سنگھ ولد ستر سال ہاڈا۔ باپ داراشکوہ کی طرف سے جنگ کرتا ہوا مارا گیا۔ بھاؤ سنگھ کو اورنگ زیب نے سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب عطا کیا اور اسکے وطن بوندی کی جاگیر دی۔ عالمگیر کی طرف سے توپ خانے کا مہتمم شیواجی کے خلاف مہم میں شریک۔ اسکی بہن جسونت سنگھ کو منسوب تھی جب جسونت سنگھ نے بغاوت کرنا چاہی تو بھاؤ سنگھ پر ساتھ دینے کے لیے روز ڈالا مگر بھاوہ نے نمک حرامی اور دغابازی کا داغ گوارا نہیں کیا۔

بداجی شیواجی کا بھائی، عالمگیر کی طرف سے بودہ پانچگاؤں کا تھانے دار مقرر ہوا۔ جلوس ۴۸ عالمگیر میں سہ ہزاری دو ہزار سوار کا منصب دطا ہوا۔

راجہ بھیم راجہ جے سنگھ کا بھائی پنج ہزاری منصب دار

جسونت سنگھ راٹھور دارشکوہ کا حامی تھا مگر جنگ میں شکست ہوئی تو اورنگ زیب سے آملا۔

قصور معاف ہوا اور اعزاز بر قرار رہا لیکن کھوہ کی جنگ میں اورنگ زیب سے پھر بے وفائی کی اور دارا شکوہ سے سازش کی مگر اورنگ زیب تمام قصور معاف کرتا رہا۔ گجرات کابل اور مجرود وغیرہ کا حاکم مقرر ہوا۔

راجہ جے سنگھ کچھواہہ راجہ مان سنگھ کا پوتہ۔ شاہ جہاں کے زمانے میں ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار پنج ہزار سوار دواسپہ سہ اسپہ سے سر بلند ہوا۔ سموگڑھ کی جنگ میں دارا شکوہ کی طرف سے جنگ کی لیکن اسکے بعد برابر عالمگیر کا وفادار و جاں نثار رہا۔ جلوس ۴ عالمگیری میں ایک کرور دام کی مال گزاری کا محال عطا ہوا۔ شیواجی کے خلاف مہم پر گیا اور شیواجی کو دربار عالمگیری میں لا کر حاضر کر دیا۔ بیجاپور پر فوج کشی کی۔ جلوس ۱۰ (۱۰۷۷ھ) میں انتقال ہوا جس سے اورنگ زیب کو بڑا دکھ ہوا۔ اسکے بیٹوں کو ہر طرح سے نوازا۔

جے سنگھ سوائی۔ ولد بشن سنگھ ۴۴ جلوس عالمگیر میں راجہ کا خطاب۔ اورنگ زیب کی طرف سے دکن میں جنگ میں شریک، دو ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب دار جے پور شہر آباد کیا۔

مان سنگھ ولد روپ سنگھ۔ امرائے شاہی میں داخل ہوا عالمگیر نے کشن گڈھ کی جاگیر اور پور وہ مانڈل کی فوجداری عطا کی۔ دکھن میں خدمات انجام دیں۔

انوپ سنگھ۔ بھورتیہ ۱۷ جلوس عالمگیری میں خطاب راجہ عطا ہوا۔ دکھن کی جنگوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے شیواجی کا مقابلہ کیا۔ اورنگ آباد کا صوبے دار مقرر ہوا۔

کنور بہادر سنگھ اور کنور پرتھی سنگھ دونوں بھائی۔ اودے پور کے خاندان سے تھے۔ نمایاں خدمات انجام دیں اور انعام پائے۔

پیرم دیو سلیسودیہ سمو گڈھ کی جنگ میں دارا شکوہ کی فوج کے ہر اول کا سردار۔ بعد میں عالمگیر سے سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار کے منصب پر فائز۔

سو بھان رائے ۴۳ جلوس عالمگیری میں شاہی عہدہ دار ہوا۔ انعامات کے علاوہ بیس ہزار روپیہ نقد اور پنج ہزاری و دو ہزار سوار منصب پر مامور۔ اس سے پہلے مرہٹوں کی طرف سے ستارہ کا قلعہ دار تھا۔

بھگونل بنجارہ پنج ہزاری چہار ہزار سوار کا منصب دار۔ بعد میں مرہٹوں سے جا ملا۔ ۴۲ جلوس عالمگیری میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ عالمگیر نے قصور معاف کر کے پھر منصب پر مامور کیا۔

ساہوجی ولد سنبھاجی ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا منصب دار راجہ کا خطاب پایا۔ خلعت

جمدھر مرصع، ہاتھی، گھوڑے، نقارہ اور علم عطا ہوا۔
مکرند رائے روہیل کھنڈ کا گورنر گیارہ سال رہا پھر ۱۰۸۰ھ میں بنگال کا حاکم ہوا۔ مکرند نگر آباد کیا۔ جسونت سنگھ بندیلہ ۲۱ جلوس عالم گیری میں چمپت رائے بندیلہ کے بیٹوں کی سر کوبی پر مامور ہوا۔ خلعت فیل نقارہ مرحمت ہوا۔
مان سنگھ ہاڑا : ایام شہزادگی سے اورنگ زیب کا رفیق رہا۔ سموگڈھ کی جنگ (دارا کے خلاف) میں مارا گیا۔
ہر رائے : سورت شہر کا ناظم تھا۔ حضرت سید سعد اللہ سے عقیدت رکھتا تھا۔ وہ بھی اس سے محبت کرتے تھے ایک مرتبہ سید صاحب ممدوح نے خط لکھا اور بجائے القاب کے یہ شعر لکھا :

بنام آں کہ اذ نامے نہ دارد
بہر نامش کہ خوانی سر بر آرد

راجہ رگھناتھ داس : خالصہ شاہی کا دیوان ہوا۔ عالمگیر نے مدار المہام سلطنت کے بلند ترین عہدے سے سرفراز کیا۔ عالمگیر حد سے زیادہ عزت اور محبت کرتا تھا۔ جب وہ کشمیر گیا تو رگھناتھ ہمراہ تھا۔ اسی سفر میں فوت ہوا۔
راجہ کشن سنگھ : کابل کا صوبے دار۔ عالمگیر نے خلعت و سر پیچ مرصع عطا کیا۔ نیز شمشیر اسپ فیل و نقد انعام دیا۔
راجہ بشن سنگھ ولد کشن سنگھ : منصب ہزاری و چہار صد سوار پر مامور۔ راجہ کا خطاب پایا۔ راٹھوروں کی تادیب پر متعین۔ متھرا کا فوجدار
راؤ سبھ کرن سنگھ بوندیلہ : نر سنگھ دیو کا پوتا اور عالمگیر کا عہد شہزادگی سے رفیق۔ اجین۔ سموگڈھ اور کھجوہ وغیرہ کی جنگوں میں شریک راجہ جے سنگھ کے ہمراہ دکھن کی جنگوں میں شریک۔
مختلف کتابوں میں جو نام درج ہیں ان کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ یہاں صرف چند اہم ہندو منصب داروں اور بڑے عہدہ داروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کتابوں سے یہ نام لیے گئے ان میں 'عالمگیر نامہ'، 'ماثر عالمگیری' (ساقی مستعد خاں) 'ماثر الامرا' وغیرہ کے علاوہ حسب ذیل کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں ۔
ا۔ شبلی : عالمگیر پر ایک نظر

۲۔ صباح الدین عبدالرحمن : مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری
۳۔ ایوب خاں : عالمگیر ہندؤوں کی نظر میں
۴۔ فاروقی (ظہیرالدین) : اورنگ زیب اینڈ ٹائمز (انگریزی)

اورنگ زیب اور دارا شکوہ کی جنگ (دھرماوت اور سموگڈھ) میں زیادہ تر راجپوت راجہ اور سردار دار کے ساتھ تھے کیونکہ اسے شاہ جہاں نے ولی عہد بنایا تھا اس لیے اسکی حمایت دراصل بادشاہ (شاہ جہاں) کی حمایت تھی لیکن اورنگ زیب کی حکومت قائم ہونے کے بعد یہ تمام راجپوت راجہ اور نگزیب کے ساتھ ہو گئے اور اس نے انھیں پہلے سے زیادہ اعزاز عطا کیے ۔حالانکہ دارا کے ساتھ جنگوں میں حصہ لینے پر اسے ان راجپوت سرداروں سے مشکوک ہو جانا چاہیئے تھا مگر جب وہ شجاع کے خلاف کھجوہ کی جنگ میں صف آرا ہوا تو تمام ممتاز راجپوت سردار اس کے ساتھ تھے ۔جب اورنگ زیب نے آگرے سے فوج بھیجی تو اسکے افسر زیادہ تر راج پوت تھے مثلاً مہیش داس راٹھور ۔بلوے چوہان ۔ رام سنگھ ۔ ہررام راٹھور ۔ کشور سنگھ ہاڈا۔ سجان سنگھ ۔راجہ رائے سنگھ سیسودیہ ۔ سہل سنگھ سیسودیہ۔ سندر داس سیسوریہ ۔راجہ چتر من جا دون۔ کنور رام سنگھ ہاڈا امر سنگھ ہاڈا۔چندراوت ۔بھگت سنگھ ہاٹا۔ بھدوریہ ۔روپ سنگھ راٹھور ۔ کیسری سنگھ ۔بھوتیہ ۔ رائے سنگھ راٹھور ۔ رگھو ناتھ سنگھ اور سوبھ کرن بندیلہ وغیرہ (عالمگیر نامہ ص ۴۹-۲۴۸)

اس طرح اورنگ زیب نے کھجوہ کے میدان میں اپنی قسمت انھی راج پوت سرداروں کے ہاتھ میں دیدی ۔ اورنگ زیب اگر اپنے راجپوت سرداروں سے مشکوک رہتا تو تعجب انگیز نہ تھا لیکن اس نے انکے خلاف کوئی ناروا برتاؤ نہیں کیا بلکہ بہتر برتاؤ کیا اور انعامات اور منصبوں سے نوازا۔یہاں تک کہ جسونت سنگھ کو بھی جس نے دغا کی اعزاز و اکرام سے نوازا۔

پروفیسر ستیش چندر کی رائے

یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کے سابق چیرمین اور معروف تاریخ داں پروفیسر ستیش چندر نے بمقام لکھنؤ ایک لکچر (اپریل ۱۹۸۸ء) میں کہا :

> "کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اورنگ زیب نے راجپوتوں سے بگاڑ کر لیا اور ہندؤوں کو اونچے منصب دینا بند کر دیا۔ جدید تحقیق اسکو غلط ثابت کرتی ہے۔ اورنگ زیب کے دور میں ہندو منصب داروں کی تعداد دیگر قوموں کے منصب داروں سے کم ہونے کی بجائے کہیں زیادہ بڑھ گئی ۔

اکبر کے دور میں ہندو منصب داروں کی تعداد ۱۶ فی صد تھی۔ شاہ جہاں
کے ۲۴ فی صد اورنگ زیب کے ۲۴ فی صد۔ یہ ایسی بات ہے جسے آج بہت
کم لوگ جانتے ہیں یا جاننا چاہتے ہیں .... کہیں کہیں صوبوں اور پر
گنوں میں وہاں کے قاضیوں نے پرانے مندر توڑنے یا ان کی مرمت
میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جن کے نتیجے میں اورنگ زیب نے
انھیں سخت تاکید کی کہ ایسے اقدام سے گریز کریں۔ بنارس اور ورندابن
وغیرہ کے برہمنوں کے نام جو فرمان جاری کیے وہ آج بھی موجود ہیں
جن میں وہاں کے حاکموں کو مندروں کی مرمت میں رکاوٹ ڈالنے پر خبر
دار کیا گیا ہے" ('قومی آواز' ۱۷/ اپریل ۱۹۸۸ء)

پروفیسر سوشیل سری واستوا (الہ آباد)

الہ آباد یونیورسٹی کے پروفیسر سوشیل سری واستوا نے ایک ملاقات کے دوران بتایا کہ:

"اب ایسے کئی ثبوت حاصل ہو چکے ہیں جن کی رو سے کہا جاسکتا ہے کہ
اورنگ زیب نے کئی مندروں کی تعمیر میں بھی معاونت کی۔ ایسے ہی
ایک مندر کو تو میں خود دیکھ آیا ہوں یہ چتر کوٹ میں ہے" ('نئی دنیا' ۸۔۱۴/ مارچ ۸۸ء)

چتر کوٹ کے پروہت بالک داس کے نام فرمان ۱۹/ رمضان جلوس ۳۵ (مطابق ۱۶ جون ۱۶۹۱ء) کو
جاری ہوا۔ بالک داس کے نام تین سو تیس بیگہ زمین دی گئی ہے علاوہ ازیں ایک روپیہ روز
(بازار کے محصول سے) خرچ کے لیے دینے کا اعلان ہے۔

اورنگ زیب کے وفادار ساتھی مرہٹے

جادو ناتھ سرکار نے اورنگ زیب کے عہد کی تاریخ جانب داری اور تعصب سے لکھی ہے مگر
یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ:

"یہ کہنا سچ نہ ہوگا کہ سر جرا آور دہ مرہٹہ خاندان اورنگ زیب کے خلاف
لڑنے میں اپنی قوم کے ساتھ تھے۔ ان میں بہت سے مغلوں کی طرف
داری اور حمایت کرتے رہے"

مثال کے طور پر سندھ کھید کے جادو راؤ کا خاندان شاہ جہاں کے عہد میں مغل فوج میں داخل
ہوا اور کئی نسلوں تک مغلوں کا وفادار رہا۔ کانھوجی شر کے اور اسکے لڑکوں نے مغل دربار میں

پنہالی اور شہنشاہ نے اعلا عہدے دیئے۔ انکے علاوہ متعدد نام ہیں۔ جیسے رام چندر تھانے دار ۔ بسر جی پاندھرے۔ نکوجی ستواجی دلیے۔ بابی جاول دملے۔ امرت راؤ نمبل۔ اچل جی (شیوا جی کا داماد) مادھاجی نرائن (شیواجی کا چچازاد بھائی) رانے بھان (شیواجی کا بھتیجا) وغیرہ۔ علاوہ ازیں مالوی اور مرہٹوں کے بہت سارے قبیلے اورنگزیب کے ساتھ تھے جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے جادو ناتھ سرکار نے ان کا ذکر "اورنگ زیب کی طرف نامی گرامی مرہٹے" کے عنوان سے کیا ہے۔ (جلد ۵ ص ۲۰۷) (Vol. 5, p. 207-212)

شیواجی کے عزیز واقارب کثیر تعداد میں اورنگ زیب کے ساتھ رہے ہیں اسی سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اورنگ زیب سے شیواجی کی مذہبی جنگ نہیں تھی بلکہ ایک محدود علاقے پر اقتدار حاصل کرنے کی خواہش یا علاقائی خود مختاری کی کوشش تھی۔

راشٹرپتی راجندر پرشاد کی تحریر

ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اپنی کتاب India Divided (تقسیم ہند) کے پہلے باب میں لکھا ہے:۔

"عملی طور پر ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ مسلمان بادشاہوں نے مندروں اور مٹھوں کے لیے جاگیریں وقف کیں عبادت گذار اور اہل علم و کمال پنڈتوں کو جاگیریں دیں ----- جنوبی ہند کی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ عادل شاہی قطب شاہی بادشاہوں نے برہمنوں کے لیے جائدادیں وقف کیں۔ بودھ گیا کے مہنت کی زمینداری کی آمدنی لاکھوں روپے ہے یہ مغل بادشاہ محمد شاہ کا عطیہ ہے --(۱) مہاراجہ دربھنگہ کا علاقہ سب سے بڑی زمینداری ہے جو کہ اکبر نے انکے مورث اعلا کو عطا کیا تھا جو علم و فضل میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ شیر شاہ نے ہندو رعایا کی تعلیم کے لیے جائدادیں وقف کیں ------------ کا حکمراں زین العابدین امر ناتھ اور شاردا دیوی کے مندروں میں گیا تو وہاں یاتریوں کے لیے مکان بنوائے۔ نجیب آباد کے نواب نے ۱۷۸۰ء میں ہردوار کے یاتریوں کے لیے مکانات بنوائے جو آج تک موجود ہیں۔ ۱۱۶۷ھ میں احمد شاہ نے ایک سند عطا کی تھی جو ستیل داس بیراگی کو بھوج اور پوجا کے لیے دی گئی جاگیر وغیرہ کی ہے ------ الہ آباد میں دو فرمان مہیشور ناتھ مندر کے نام اورنگ زیب کے ہیں۔ اورنگ زیب نے جگ جیون کے لڑکے گردھر (ساکن بستی ضلع بنارس) جدد مصارا ساکن مہیش پور پرگنہ حویلی اور پنڈت بلبھدرا مصرا کو بھی جاگیریں دیں۔ یہ سب مندروں کے پجاری تھے۔ اورنگزیب نے ملتان کے مند

(۱) آئندہ صفحے پر ملاحظہ ہو۔

قوت لانائی کے لیے کرامکیان داس کو سو روپے کا وظیفہ دیا۔ یہ منذر اٹنک موجود ہے۔۔۔ اورنگ زیب نے بہت سے لائق ہندؤوں کے لیے شاہ جہاں کے پاس سفارش لکھی۔۔۔۔ ایسی بہت مثالیں رقعات عالمگیری اور آداب عالمگیری میں مل سکتی ہیں (۲)

پوجا پاٹ کی آزادی | مسٹر جگن ناتھ منذر نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ برنیر کے سفر نامے (در عہد اورنگ زیب) سے یہ شہادت ملتی ہے کہ سورج گرہن کے موقع پر اشنان وغیرہ ہوتا تھا اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے دریا کے دونوں کناروں پر تین میل تک ہندؤوں یاتریوں وغیرہ کو دیکھا۔۔۔۔۔ اور مغل بادشاہ ایک مسلمان ہے لیکن اس نے اسکی اجازت دے رکھی ہے۔ اس نے یہ بھی تعجب سے ذکر کیا ہے کہ کچھ برہمن شہنشاہ اورنگ زیب کے لیے تحفے لے کر آنے اور پوجا کی خبر دی تو اس نے انکو خلعت اور ہاتھی عطا کیے (سفر نامہ برنیر ج ا۔ ص ۳۰۴-۳۰۱) پوری کے جگن ناتھ منذر کی رتھ یاترا کی تفصیل بھی اس نے لکھی ہے (صباالدین عبدالرحمٰن : مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری / ۱۷۰)

پروفیسر سری رام شرما

پروفیسر سری رام شرما تاریخ پر کئی کتابیں لکھ چکے ہیں انھوں نے رسالہ اسلامک کلچر (Islamic Culture) حیدر آباد بابت اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون میں لکھا :

"اس حقیقت کو ہم کبھی نظر انداز نہیں کر سکتے کہ مغلوں نے اپنی رعایا کو بڑی حد تک آزاد چھوڑ دیا تھا۔۔۔۔ یہ تنہا مغلوں ہی کی ایک مثال ہے جنھوں نے اپنی رعایا کو مذہب اور دین کے معامل میں بالکل آزاد چھوڑ دیا تھا"

پروفیسر رام پرشاد کھوسلہ اور پی سرن

تاریخ ہند پر اپنی کتاب :

(۱۹۳۴) "Mughal Kingship and Nobility" میں پروفیسر رام پرشاد کھوسلہ (پٹنہ یونیورسٹی) لکھتے ہیں :

"مغل حکومت اپنی شان و شوکت کے ساتھ اس زمانے کے لیے بالکل

---

(1) شاہی فرمان کے ذریعے مہنت لال گیر کو پورا علاقہ عطا کیا گیا تھا۔

(2) RAJENDRA PRASAD : INDIA DIVIDED, 34-40

مناسب تھی -- اور اپنی خوبیوں ہی کی وجہ سے یہ بلا شکوہ حکومت طویل مدت تک قائم رہی ---- فطری طور پر ان کی حکومت مطلق العنان ضرور تھی لیکن عملی طور پر بڑی ہی فیض رساں تھی ---- مغل حکمران عدل و انصاف کو ایک مقدس فرض سمجھتے تھے۔ عام آدمی کو بھی حق حاصل تھا کہ براہ راست بادشاہ کی خدمت میں پہنچ کر انصاف کا طلب گار ہو۔ گو اس حق کے استعمال کا موقعہ کم آتا تھا--- مغلوں کے عہد میں مذہبی جنگ کی کوئی مثال نہیں ملتی --- انکی تاریخ تنگ نظری اور فرقہ وارانہ تنگی سے تقریباً پاک ہے"

اسی طرح پروفیسر پرماتما سرن نے بھی اپنی کتاب "پراونشیل گورنمنٹ آف مغل" "The Provincial Govt. of the Mughals" (1940) میں مغل دور کے ایڈمنسٹریشن، نظام عدل، رعایا نوازی اور رواداری کے بارے میں تعریف کے ساتھ اعتراف کیا ہے جو بہ خوفِ طوالت نظر انداز کرنا پڑ رہا ہے۔

مغلوں کے جاں نثار ساتھی راج پوت

تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ مغل تخت و تاج کے لیے بڑے بڑے راجپوت راجاؤں اور سرداروں نے پوری جاں نثاری کا ثبوت دیا ہے۔ اس عہد میں جے سنگھ بھیم سنگھ۔ گردھر بہادر۔ رتن چند۔ گوپال سنگھ بھدوریہ۔ جگ رام۔ ملک چند۔ بالی کتھری۔ بدن سنگھ۔ مہاراؤ درجن سنگھ۔ بھوانی رام اور دیا بہادر وغیرہ نے جو جنگی سرگرمیاں اور قربانیاں پیش کیں ان سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ اورنگ زیب کی جانشینی کا ذکر ہم انہی صفحات پر کر چکے ہیں۔ جب بہادر شاہ اول (اورنگ زیب کے بیٹے) کی موت پر جانشینی کی جنگ ہوئی تو دونوں طرف سے راجہ پرتھی راج بندیلہ۔ دیا رام ناگر۔ راج سنگھ (کشن گڑھ کے) وغیرہ پیش پیش تھے۔

اسی طرح فرخ سیر کے عہد میں چھبیلا رام۔ اودونت سنگھ بندیلہ۔ "راجہ گوپال سنگھ بھدوریہ۔ راجہ بھیم سنگھ۔ روپ نگر کے راجہ راج بہادر وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔ جب مغل بادشاہ احمد شاہ کا اختلاف صفدر جنگ سے ہوا تو جے پور کا راجہ مادھو سنگھ ایک بڑی فوج لے کر دہلی آیا اور باہمی اختلاف دور کر کے فضا خوش گوار بنائی۔ یہ تفصیل جادو ناتھ سرکار نے بھی اپنی کتاب "Fall of th e Mughal Empire" میں دی ہے۔

ہندوؤں اور خاص طور پر راجپوتوں کو مغل بادشاہوں سے قلبی تعلق اور لگاؤ رہا۔ اسکا اندازہ کر لے کہ لیے یہ واقعہ کافی ہے کہ جب لال قلعہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو کچھ زمانے کے بعد جے پور کے مہاراجہ دہلی کا یہ قلعہ دیکھنے گئے۔ جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں تخت رکھا جاتا تھا تو تخت کی خالی جگہ کے سامنے کھڑے ہو کر بے اختیار چلا اٹھے :

"مہابلی پسر کروٹ لے"

"مہابلی" مغل بادشاہوں کو کہا جاتا تھا (۱)

ٹیپو سلطان کے بارے میں

اورنگ زیب کے علاوہ ٹیپو سلطان پر بھی انگریزوں نے اس قدر کیچڑ اچھالی ہے کہ تاریخ کی زبان میں شاید ہی کوئی گالی بچی ہو جو اسے نہ دی گئی ہو۔ اسکی تاریخ کو مسخ کر کے پردے ڈال دیئے گئے اور اصل مواد لندن لے جا کر نظروں سے اوجھل کر دیا گیا مگر لندن میں ہی ایک واقعہ پیش آیا اور یہ چھپائے ہوئے ذخیرے طشت ازبام کر دیئے گئے۔ ان کی کھوج لگانے والا تھا ایک ہندو بھگوان ایس گڈوانی ہے جس نے لندن کے ان ذخیروں کو کھنگالا اور مشہور کتاب "Sword of Tipu sultan" ۱۹۷۶ء میں کئی سال کی محنت کے بعد لکھی۔ اسی کی بنیاد پر سنجے خاں نے مشہور سیریل بنایا تھا جو دو مرتبہ ٹیلی ویژن کے پردے کی زینت بنا اور بے حد مقبولیت کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ مسٹر گڈوانی نے ایک انٹرویو میں کہا :

"ٹیپو ایک دیش بھگت، قومی شہید تھا اور اسی طرح یاد کیا جانا چاہیئے۔ اسکی اصلاحات، مذہبی رواداری اور انسانی حقوق پر اسکی گہری فکر و نظر قابل قدر اور تقلید ہیں ------ ٹیپو کے انیس (۱۹) جنرل تھے جن میں دس ہندو تھے اسکے تیرہ (۱۳) میں سات وزیر ہندو تھے۔ اسکا مذہب اور فلاسفی کا استاد ایک برہمن گوردھن پنڈت تھا اور ایک بھی ہندو نے اس سے غداری نہیں۔ وہ متعصب ہرگز نہیں تھا" (۲)

اسکی مذہبی رواداری کے گواہ وہ تیس (۳۰) خطوط ہیں جو مسٹر آر نرسما چار (ڈائرکٹر آرکیالوجی

---

(۱) عبد الرزاق کانپوری : یاد ایام ۲۳۱-۲۳۰ بحوالہ 'مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری' ص ۲۷۲

(۲) ہندوستان ٹائمز ۴ فروری ۱۹۹۰ء

میسور) نے ۱۹۱۶ء میں ڈھونڈ نکالے تھے۔ سلطان شہید کا محل تین مندروں کے درمیان تھا جہاں وہ روزانہ صبح کو انتظامات کی نگرانی کے لیے جایا کرتا تھا۔ یہ مندر آج بھی سر نگاپٹم ریلوے اسٹیشن کے قریب موجود ہیں۔ میسور کے مختلف علاقوں سری نگیری۔ بیلاور۔ تنجور۔ گارمہ۔ السور (بھلور) وغیرہ میں ایسے بے شمار مندر ہیں جن کو سلطان نے جاگیریں دی ہیں اور مندروں کے پجاریوں اور برہمنوں کی بے حد عزت اور وقعت کی ہے۔ میسور آرکیالوجیکل رپورٹ ۱۷۔۱۹۱۶ء (محکمہ آثار قدیمہ رپورٹ) میں اسکے خطوط پر روشنی ڈالی گئی ہے؟ سرینگری کے مندر میں موجود ہیں۔ بہت سے مندروں میں ابھی تک سلطان کے دیئے ہوئے نقارے، برتن اور کپڑے وغیرہ محفوظ ہیں۔ مثال کے طور پر میل کوٹے کے مندر میں جو نقارہ استعمال ہوتا ہے وہ سلطان کا عطیہ ہے۔ اسکے محل کے احاطے میں رنگاناتھ مندر تھا جس کو حیدر علی (ٹیپو کے والد) نے ایک خوبصورت رتھ اور دیگر تحفے دیئے تھے۔ ان عطیات کا ذکر مسٹر راجیب سین نے ایک مضمون میں کیا ہے۔(۱)۔ مسٹر رماشیام سندر نے بھی ایک مضمون میں ٹیپو کو بے حد روادار، غیر متعصب اور قابل فخر محب وطن بتایا ہے (۲)۔ مسز سارا پاچیتی نے اپنی کتاب: "نیولائٹ اون ٹیپو سلطان" (ٹیپو سلطان پر نئی روشنی)

" New Light on Tipu Sultan "

میں بھی سلطان کی رواداری اور مندروں کے عطیات وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ مسٹر رماشیام سندر اپنے مذکورہ مضمون میں لکھتے ہیں۔

"وہ بہادری اور استقلال سے جنگ کرتا ہوا شمشیر بدست اپنے وطن کی آن اور آزادی کے لئے شہید ہوا ۔۔۔۔۔۔۔ وہ واحد حکمران تھا جس نے محسوس کیا کہ انگریز ہندوستانی عوام اور انکی آزادی کے اصل دشمن ہیں ۔۔۔۔۔ اس نے دوسرے مذہبوں کا بھی عزت اور احترام کیا جب مرہٹوں کی فوج نے ہندو مٹھ کو لوٹا اور ساردا دیوی کی مورتی کی توہین کی تو اسے سخت تکلیف پہنچی اور ایک معقول رقم مورتی کو دوبارہ نصب کرنے کے لیئے بھیجی اور مصیبت

---

(1)"Tipu Sutan Legacy" by Rajib Sen in Hindustan Times, 10th Aug.1991

(2) "Tipu Sultan_ A Patriot Parexcellence" by Rumma Shyam Suner, Hindustan Times 16th Nov,1985

زدہ برہمنوں کو کھانا کھلوایا۔ اسنے مرہٹہ فوج کے خلاف سخت کاروائی کی اور مٹھ کی حفاظت کے لیے فوج روانہ کی -----یہ سچ ہے کہ اس نے مالابار کے بعض علاقوں میں سخت کاروائی کی مگر یہ مذہبی تعصب کی بنا پر نہیں تھا بلکہ شورش کرنے والوں کی سر کوبی اور اصلاح کے لیے تھا۔۔ ٹیپو نے برہمنوں سے پرار تھنا کی درخواست کی اور مندروں کو قیمتی تحفے پیش کیے۔ ٹیپو نے وطن کی تحریکِ آزادی کو راہ دکھائی اس کی صلاحیتوں اور نقل و حرکت نے میدان جنگ میں اسکے دشمنوں کو بدحواس کر دیا تھا"

سنجے خاں نے جب ٹیپو پر سیریل بنایا تو اس وقت سیکولرازم کا نقارہ بجانے والے "مسیحا" فرقہ پرستوں کی بیساکھی کے سہارے اقتدار کی کرسی پر براجمان تھے اور اقتدار کی باگ ڈور دراصل بیساکھی والے فرقہ پرستوں کے ہاتھوں میں تھی۔ سلطان ٹیپو کا نام وہ بھلا کیسے سن لیتے لہذا اپنے ایک خاص آدمی یعنی آر ایس ایس کے نیتا مسٹر کے آر ملکھانی کو اس سیریل کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے چنا گیا______ ذرا لطف ملاحظہ کیجئے کہ یہ ملکھانی صاحب ٹیپو کے بارے میں معلومات حاصل کر کے فارغ ہوئے تو کیا فرماتے ہیں------

"حقیقت تو یہ ہے کہ میں ٹیپو کے بارے میں جتنا پڑھتا ہوں اتنا ہی اسکی عظیم اور بلند شخصیت سے متاثر ہوتا جاتا ہوں-----ٹیپو کے دو استاد تھے ایک پنڈت گوردھن دوسرے مولوی عبیداللہ اسکا وزیر اعظم پورنیا تھا۔ سپہ سالار کرشنا راؤ تھا۔ اس نے ۱۵۶ مندروں کو عطیات اور جاگیریں دی ہیں---اگر وہ چاہتا تو بہ آسانی انگریزوں کے سامنے جھک جاتا اور ایک حکمران کی طرح رہ سکتا تھا۔ اور آج اسکے وارث کلکتے کی سڑکوں پر رکشا نہ چلا رہے ہوتے ------مگر ٹیپو نے بے عزتی اور غلامی پر موت کو ترجیح دی۔ اٹھارویں صدی کے حکمرانوں میں وہ واحد شخص ہے جو غیر ملکی غلامی کے خلاف جنگ کرتا ہوا شہید ہوا______________

آزاد ہندوستان کے فرزند آج اس شیر کو سلام کیے بغیر نہیں رہ سکتے" (۱)

پروفیسر ایم ایس جیا پرکاش (ڈی بی کالج مستھام کوٹا کیرالہ) نے ملیالم میں ایک کتاب Ezhapvasivan (انقلاب کی بنیادیں) لکھی ہے جس میں ٹیپو کے بارے میں لکھا:

---

(1) Illustrated weekly 15.4.90 Radiance, 13-19 May 1990

"ہندوستان کاایک ہی سپوت ہے کہ جو انگریزوں سے آزادیٔ وطن کے لیے آخری سانس تک جنگ کرتا رہااور وہ ہے ٹیپو سلطان ------دیش کا عظیم ترین سپوت" (ص ۱۱۲)(۱)

پروفیسر بی پی سکسینہ کی تحقیق

الہ آباد یونیورسٹی میں تاریخ کے سابق پروفیسر بی پی سکسینہ نے اپنے ایک مضمون میں جو رسالہ "انڈین آر کائیوز" (جنوری ۶۷، دسمبر ۱۹۶۸ء ______

(The Indian Archives, Jan1967-Dec68)

میں شائع ہوا، اورنگ زیب کے فرمانوں پر روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اسٹیٹ آرکائیوز اتر پردیش (الہ آباد) میں اکبر سے اورنگ زیب تک تمام بادشاہوں کے فرامین کا ایک بیش قیمت ذخیرہ موجود ہے۔ جس میں ہندوؤں کے پنڈتوں، برہمنوں، پجاریوں اور مہنتوں کے نام مدد معاش کے فرمان ہیں۔ مندروں کے نام بھی بہت فرمان اس ذخیرے میں موجود ہیں، زیادہ تر اورنگ زیب کے ہیں۔

بشمبر ناتھ پانڈے صاحب

اڑیسہ کے سابق گورنر جناب بشمبر ناتھ پانڈے نے اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان پر بہت کچھ لکھا ہے اور انگریز مورخوں کی خرافات کی تردید مستند حوالوں سے کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"اورنگ زیب ہی ایک ایسا حاکم ہے جس کی اچھائیوں کو نظرانداز کر کے تاریخی واقعات پر غور نہ کر کے اس کے خلاف یہ فیصلہ دے دیا گیا کہ وہ بت شکن تھا، ہندوکش تھا، اور مندر شکن تھا ---- اجین کے مہاکالیشور کے مندر کا ہندوؤں کے دلوں میں بہت، زیادہ احترام اور عقیدت تھی۔ اس مندر کے پجاریوں کے پاس ان کے بزرگوں کے نام مالوہ کے صوبے داروں کے ذریعے اورنگ زیب کی حکومت کے ساتویں سال سے اڑتالیسویں سال کے بیچ جاری کیے گئے تیرہ فرمان محفوظ ہیں -----چترکوٹ کے بالاجی مندر کا فرمان اورنگ زیب کی حکومت کے

---

(1) Quoted by Prof Bharati Devi in a letter to "Radiance:" New Delhi 19-25 June 1994

۲۵ ویں سال میں رمضان کے مہینے کی گیارہویں تاریخ کو جاری کیا گیا۔
فرمان میں جاری کیے گئے شاہی حکم نامے میں کہا گیا ہے کہ الہ آباد صوبہ کے
کالنجر پرگنہ کے ماتحت چترکوٹ پوری کے نروانی مہنت بالک داس جی کو
شرطی ٹھاکر بالاجی مہاراج کے احترام میں ان کی پوجا اور بھوگ کے لیے
بنا لگان معافی کی شکل میں آٹھ گاؤں دیوکھری ۔ہنوتہ ۔چترکوٹ ۔ رودیرا۔
سریا۔ پنڈیری ۔ اروہ ۔ دوہریا دان کے طور پر دیئے جاتے ہیں اور آٹھ پرگنہ
جاڑکھا گاؤں کی ڈیڑھ سو بیگہ زمین اور اراوتی گاؤں کی ۱۸۰ بیگہ زمین یعنی کل
یعنی کل ۳۲۰ بیگہ زمین عطا کی جاتی ہے ---اپنے بنارس کے صوبے دار
کے نام ایک خط میں عالم گیر نے لکھا ہے کہ "اپنی ہندو رعایا کہ ساتھ ظلم نہ
کرنا، انکے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ان کے مذہبی جذبات کالحاظ کرنا۔"

پانڈے صاحب نے سکھوں اور مرہٹوں کے ساتھ اس کے برتاؤ پر بھی روشنی ڈالی ہے اور
گرو گوبند سنگھ کے واقعات صحیح تاریخ کی روشنی میں بیان کیے ہیں ۔ جنہیں ہم یہاں نظر
انداز کر رہے ہیں ۔ حوالے اور تفصیل کے لیے پروفیسر عبدالمغنی کی کتاب "اورنگ زیب
علیہ الرحمۃ" (ص ۴-۱۸) دیکھی جاسکتی ہے ۔

ہولی دیوالی کے رنگ روپ

مغل بادشاہوں اور سلاطین کے عہد میں

آج اگر ہم ملک کی تعمیر و ترقی کی آرزوئیں دل کی گہرائیوں میں موجزن پاتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وطن کے ہر طبقے اور ہر فرقے کی متحدہ کوشش کے بغیر یہ کام دشوار ہی نہیں، ناممکن ہے تو ہمارے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ قومی یک جہتی کے احساس اور مشترک تہذیبی قدروں کو اجاگر کیا جائے۔ اسکے لیے جہاں اور بہت سے اقدامات ضروری ہیں وہاں اس بات کی بھی بڑی ضرورت ہے کہ بعض تہواروں کو مشترکہ طور پر قومی انداز سے منایا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ آج یہ بات کچھ نئی سی معلوم ہو مگر یہ وہ شاہ راہ ہے جسے اس ملک کے حکمرانوں اور عوام نے اپنے عمل اور نقش قدم سے جگمگا کر مثال قائم کی ہے۔

اگر ہم تاریخ ہند پر انگریزی دور سے پہلے کے زمانے پر نظر ڈالیں تو حیرت سے دیکھیں گے کہ تہواروں کا مشترک جشن کوئی نئی اور انوکھی تجویز نہیں۔ اس دھرتی نے ملی جلی تہذیب کے یہ نظارے بار ہا دیکھے اور صدیوں آزمائے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مغل بادشاہوں یا ان سے پہلے سلاطین نے عوام کے دلوں پر حکمرانی کا راز سمجھ لیا تھا۔ ملی جلی تہذیب کے اس سر سبز و شاداب گلدستے کو جسے بادشاہوں اور بزرگان دین نے صدیوں کی کوشش سے سنوارا اور سجایا تھا، انگریزی دور حکومت میں جھلسانے اور پامال کرنے کی انتہائی کوششیں کی گئیں مگر مشترک تہذیب اور قومی اتحاد کا پرچم انیسویں صدی کے خاتمے تک پوری شان سے لہراتا رہا۔ اس دور کی کتابیں، یاد داشتیں اور اخبارات یہ حقائق آج بھی ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں اور بعض ایمان دار انگریز مصنف خود حیرت کے ساتھ یہ

اعتراف کرتے نظر آتے ہیں ۔ایسا ہی ایک مصنف سی ایف اینڈریوز ہے جس نے ذکاءاللہ دہلوی کی سوانح حیات انگریزی میں مرتب کی تھی ۔ یہ انگریز مصنف اپنی کتاب میں اقرار کرتا ہے کہ

> "ان دنوں یہ بات عام تھی کہ دونوں فرقوں کے لوگ ایک دوسرے کے مذہبی تہواروں میں شرکت کیا کرتے تھے ---یہ قدرتی طور پر ایک مقامی رسم سی ہو گئی تھی-----
> مسلمان بعض ہندو جوگیوں کا بڑا احترام کرتے تھے ۔ہندو بھی اپنے طور پر ایک مشہور بزرگ کے مزار پر جو دہلی کے قریب واقع ہے، مراد مانگنے کی غرض سے باقاعدگی سے جایا کرتے تھے"

اس مصنف کے قول کے بموجب

> "مسلمان بھی ہندو تہواروں کا ذکر بڑے احترام سے کرتے تھے اور اس بات کا خاص لحاظ رکھتے تھے کہ وہ ہندو رسم و رواج کے خلاف کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے ان کی دل آزاری ہو"

یہ تمام حالات بتانے کے بعد وہ پورے ماحول کی تصویر کشی اسطرح کرتا ہے ۔

> "مختلف مذہب کے پڑوسیوں کے ساتھ پر امن طریقے پر رہنے کا فن بہت بلند سطح پر پہنچ گیا تھا"(۱)

آپس کی اس تمام رواداری اور تہذیب کی مشترک قدروں کے ابھرنے سے جو ماحول پیدا ہوا اس کی صحیح طور پر عکاسی مشکل ہے اور ہم میں سے بہت سوں کو شاید اس کا یقین بھی نہ آئے گا لیکن اسی انگریز مصنف کی نظر سے دیکھکر ہلکا سا اندازہ کیجئے، وہ لکھتا ہے :

"تاہم قدرت کے اس تمام انقلاب میں، خواہ وہ مرہٹوں کے ماتحت ہو خواہ

---

(۱) اینڈریوز : ذکاءاللہ دہلوی ۔ مترجم ضیاءالدین ص ۴۴۔۴۶

انگریزوں کے ماتحت، دہلی کے لوگ ــــ ہندو مسلمان یکساں طور پر ــــ عقیدت مندانہ وفاداری کے ساتھ مغل شہنشاہوں سے چمٹے رہے - اس بارے میں جو جو شہادت مجھے ملی وہ بالکل قطعی تھی - انھیں بہادر شاہ کے ساتھ جو محبت تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ــــ ان مغل بادشاہوں کی سب سے بڑی خوبی ان کی رواداری کی شریفانہ روایت تھی جسے وہ خصوصیت کے ساتھ اپنی ہندو رعایا کے ساتھ برتتے تھے نسل و مذہب کی بنا پر بہت کم امتیاز روا رکھا تھا"

آخری مغل دور کا یہ ماحول جس کا مشاہدہ سی ایف اینڈریوز نے بچشم خود کیا، مغل بادشاہوں اور ان سے پہلے سلاطین کی صدیوں کی کوشش اور عمل کا آخری نظارہ تھا جسکے گواہ تاریخ ہند کے وہ صفحات آج بھی ہیں جو دیدہ دانستہ ہماری نظروں سے اوجھل کر دئیے گئے - ایک حالیہ مصنف پران ناتھ چوپڑا نے ان حالات سے پردہ اٹھایا ہے اور اپنی انگریزی کتاب "سوسائٹی اینڈ کلچر ان مغل ایج" (مغل دور کا سماج اور تمدن) میں ہم عصر تاریخوں کا جائزہ لے کر بتایا ہے کہ "جہاں ایک طرف ہندو تہذیب و تمدن مغل بادشاہوں پر اثر انداز ہوا، دوسری طرف ان کی یہ خواہش تھی کہ دونوں فرقوں کو زیادہ سے زیادہ قریب لایا جائے اور اسی لیے انھوں نے کچھ ہندو تہواروں کو اپنایا اور اپنے دربار میں ان رسم رواج کو مستقل طور پر جگہ دی -" چنانچہ ہمایوں تلاوان کی رسم بذات خود مناتا تھا - اکبر نے ہولی - دیوالی - دسہرہ اور بسنت کے تہوار پورے شاہی اعزاز کے ساتھ منائے - رکشا بندھن کو اس نے قومی تہوار کی حیثیت دیدی - وہ شوراتری کے موقعے پر جوگیوں کے ساتھ کھاتا پیتا بھی تھا - جہانگیر اور شاہ جہاں نے یہ رسمیں اور رواج اسی طرح جاری رکھے - اورنگ زیب کے عہد میں سادگی نمایاں ہو گئی تھی - ..

پی این چوپڑہ نے مزید ہم عصر حوالوں سے لکھا ہے کہ مغل بادشاہ اپنی سال گرہ

شمسی اور قمری تاریخوں کے حساب سے ہندوستانی رسم و رواج کے مطابق مناتے تھے۔ سال میں دوبار بادشاہ کو اس موقعے پر قیمتی دھاتوں اور دوسری چیزوں میں تولاجاتا تھا۔ یہ طریقے سب سے پہلے ہمایوں نے اختیار کیے۔ اکبر نے مزید اضافے کیے۔ جہانگیر اور شاہجہاں نے بدستور رکھے البتہ اورنگ زیب نے اپنی سادگی پسندی کی وجہ سے سال میں صرف ایک بار سادا طریقے پر منایا۔ طریقہ یہ تھا کہ بادشاہ کو سال میں دوبار (چاند اور سورج کے حساب سے) بارا مرتبہ چاندی سونے، ریشم، خوشبویات، سرسوں کے تیل، تانبا، توتیا، گھی، لوہا، چاول اور اناج وغیرہ میں تولاجاتا تھا اور اسی طرح شہزادوں کو بھی تولاجاتا اور یہ سب سامان فقیروں اور مستحق لوگوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ مسٹر چوپڑا نے جن کتابوں کے حوالے دئیے ہیں ان میں برنیر۔ منوچی۔ تھیونوٹ وغیرہ کے سفرناموں کے علاوہ آئین اکبری، (جلد ا ص ۲۶۶)۔ قانونی ہمایونی۔ (ص ۷۲)۔ پادشاہ نامہ، (ص ۲۴۳)۔ وغیرہ شامل ہیں۔ اور بعض جگہ بدایونی کی "منتخب التواریخ" سے بھی استفادہ کیا ہے۔

بسنت پنچمی کا تہوار بھی مغل دربار میں منایا جاتا تھا۔ تمام ملک میں ہندو لوگ اس تہوار کو آج سے بھی زیادہ گرم جوشی سے مناتے اور سرسوتی کی پوجا وغیرہ کرتے تھے۔ جائسی کی گرتھا ولی میں اسکا تذکرہ ہے۔ جن یوروپین سیاحوں نے مغل دور میں ہندوستان کا دورہ کیا انھوں نے ہولی کے جشن کو تفصیل سے بیان کیا ہے مثلاً مونسٹریٹ۔ پیٹرمنڈی۔ اسٹوریا۔ تھیونیوٹ۔ ہملٹن وغیرہ۔ رکشا بندھن کا تہوار بھی مغل بادشاہوں نے منایا۔ جہانگیر راکھی کو "نگہداشت" کہتا تھا۔ یہ تذکرے آئین اکبری اور بدایونی کی تاریخ میں جگہ جگہ ملتے ہیں۔ جہانگیر نے حکم دیا تھا کہ ہندو امراء اور مختلف ذاتوں کے سردار اسکی کلائی پر راکھی باندھیں۔ دسہرہ بھی دھوم سے منایا جاتا تھا اور یہ دن فوجی کاروائی کے لئے مبارک سمجھا جاتا تھا۔ مغل دربار میں بھی یہ تہوار منایا جاتا اور اس دن تمام ہاتھی گھوڑے نہلائے جاتے تھے اور بادشاہ معائنہ کرتا تھا۔ یہ دستور اورنگ زیب کے عہد میں بھی بدستور

تھا۔(۱) اس تہوار پر تحفے دینے کا بھی دستور تھا اور بادشاہ کی طرف سے خلعت وغیرہ دیئے جاتے تھے۔

پی این چوپڑہ نے مستند حوالوں سے لکھا ہے کہ دیوالی کے جشن میں اکبر خاص دلچسپی لیتا تھا۔ جہانگیر بھی اسے خاص اہتمام سے مناتا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ شوراتری کے موقعے پر تمام ملک کے جوگیوں کی ایک کانفرنس ہوتی اور بادشاہ بھی ان کے ساتھ شریک ہوتا۔ جہانگیر نے بھی اس تہوار کا تذکرہ اپنی یادداشت "تزک جہانگیری" میں کیا ہے۔

آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ کے زمانے تک یہ تمام رسمیں اسی طرح قائم رہیں۔ مسٹر کرشن لال نے "انڈین ہسٹری کانگریس پروسیڈنگ" (۱۹۵۸ء) میں ایک مضمون "لائف ان ریڈ فورٹ" میں تمام اصل غیر مطبوعہ ریکارڈ کو پوری طرح چھان بین کے بعد بہادر شاہ کے بارے میں لکھا ہے کہ بہادر شاہ ہندو تہوار خاص طور پر بڑے اہتمام سے مناتا تھا۔ راکھی بندھواتا تھا، دسہرے پر ہندو امراء کو خلعت دیتا، دیوالی پر سات اناجوں میں بادشاہ کو تولا جاتا تھا اور ہولی پر سات کنوؤں کے پانی سے غسل کرتا تھا۔

مغلوں سے بھی پہلے ہندو مسلمان یکساں لباس اور معاشرت اختیار کر چکے تھے۔ مسلمانوں نے بہت پہلے ہی ہندو رسم و رواج، آداب معاشرت اور رہن سہن اپنا لیا تھا۔ چنانچہ سندھ میں جب مسلمان داخل ہوئے تو انھوں نے یہاں کی وضع قطع اختیار کر لی۔ ابن حوقل بغدادی جس نے چوتھی صدی ہجری میں ان ممالک کا سفر کیا، کھمبات کی بنسبت اپنے جغرافیے میں لکھتا ہے کہ یہاں بادشاہوں کی وضع ہندو راجاؤں سے ملتی جلتی ہے۔ اسی زمانے

---

(۱) عالمگیر نامہ ص ۹۱۴

ہیں۔ ذکر بھی اکثر ملتا ہے کہ تہواروں کی سیکڑوں رسمیں ایک دوسرے کے یہاں رائج ہو گئی تھیں۔

پروفیسر آرنلڈ نے اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں لکھا ہے کہ اورنگ زیب کے فرامین اور مراسلات کا ایک قلمی مجموعہ میں نے دیکھا ہے۔ اس میں مذہبی آزادی کے وہ جامع اصول درج ہیں جو ایک بادشاہ کو غیر مذہب کی رعایا کے ساتھ برتنا ضروری ہیں۔ جس واقعے کے متعلق یہ اصول بیان ہوا وہ یہ ہے کہ اورنگ زیب کو کسی شخص نے عرضی دی کہ دو پارسی ملازم جو تنخواہ بانٹنے پر مقرر ہیں، برخاست کر دیئے جائیں کیونکہ وہ آتش پرست ہیں۔ اورنگ زیب نے عرضی پر یہ حکم لکھا کہ :

"مذہب کو دنیا کے معاملات میں دخل نہیں ہے اور نہ ان معاملات میں تعصب کو جگہ مل سکتی ہے"

اس قول کی تائید میں اس نے یہ آیت نقل کی "لکم دینکم ولی دین" (تم کو تمہارا دین اور ہم کو ہمارا دین)۔ بادشاہ نے یہ بھی لکھا کہ "جو آیت عرضی نویس نے نقل کی ہے اگر یہی سلطنت کا دستور العمل ہوتا تو ہم کو چاہیے تھا کہ اس ملک کے سب راجاؤں اور اُن کی رعیت کو غارت کر دیتے مگر یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ "بادشاہی نوکریاں لوگوں کو اُن کی لیاقت کے موافق ملیں گی اور کسی لحاظ سے نہیں مل سکتیں"۔

آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ کے بارے میں سی ایف اینڈریوز کی زبانی سن لیجئے کیونکہ اس سے زیادہ معتبر اس دور کا عکاس کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ لکھتا ہے :

"بوڑھے شہنشاہ بہادر شاہ ان امور میں اپنی زندگی کے آخری لمحات ۔۔

تک تکلفات رسمی کے نہایت پابند رہے۔ وہ اپنے شاہی ہاتھی پر سوار ہو کر جلوس کی شکل میں گذرتے اور بعد میں قلعے کے مثمن برج میں بیٹھ جاتے اور ہندوؤں کے بڑے تہواروں اور مسلمانوں کی تقریبوں کے موقع پر نیچے کے مجمع کا تماشا دیکھا کرتے۔ مجمع انھیں دیکھ کر آداب بجا لاتا"

ان روایات کے نتیجے میں جو اتحاد نظر آتا تھا، جسے انگریزی دور نے آہستہ آہستہ خاک میں ملادیا، اسکا معترف انیڈریوز بھی ہے کہ:

"جن جن بوڑھے باشندوں سے میں ملا ہوں خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان انھوں نے جوش و حسرت کے ساتھ مجھ سے اس اتحاد کا ذکر کیا ہے"(۱)

بزرگان دین نے تو اس یک جہتی کی داغ بیل مغلوں سے پہلے ہی ڈالنا شروع کر دی تھی اور ان کی تمام کوششوں کو بیان کرنے کے لیے ایک پوری کتاب درکا ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ایک مختصر کتاب "بزرگان دین اور قومی یکجہتی" کے عنوان سے لکھی ہے جس میں اس موضوع پر تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ معمولی سا اندازہ حضرت امیر خسرو کے ہندی کلام ہی سے لگایا جاسکتا ہے۔ صرف دو سطریں ملاحظہ ہوں جو آج تک قوالی کی محفلوں میں گونجتی ہیں:

مورے انگنا معین الدین" آیو رے
کھیلو رے کھیلو چشتیوں ہولی رے کھیلو

---

(۱) اینڈریوز: ذکاءاللہ دہلوی۔ اردو ترجمہ ص ۴۴

حیدر علی والئی میسور اور اسکے بیٹے ٹیپو سلطان نے بھی یہ مثال قائم کی ہے کہ وہ تمام ہندو تہواروں میں پرشکوہ طریقے پر شرکت کرتے تھے۔ایک انگریز مصنف جے۔کے۔ مرے کی کتاب "میموئرس آف دی لیٹ وار" (تازہ جنگ کی یادداشتیں) میں جو لندن سے ۱۸۲۴ء میں شائع ہوئی، بعض انگریز قیدیوں کے چشم دید حالات ہیں جو میسور میں قید تھے ایک قیدی جسمیں اسکرپی نے لکھا ہے کہ "ہم نے ۲۷ ستمبر ۱۷۸۳ء کی میسور میں دسہرے کا تماشا دیکھا جبکہ میسور کا راجہ بھی اپنے تخت پر بیٹھا یہ کھیل تماشے دیکھ رہا تھا۔ تمام ہندو تہواروں میں حیدر علی اور ٹیپو خود شرکت کرتے تھے"۔۔۔۔۔۔دسہرے کے تہوار کے موقع پر حیدر علی کا دستر خوان اس قدر وسیع ہوتا تھا کہ شاہان دہلی کے دستر خوان کا گمان ہوتا تھا" (۱)

سلطان ٹیپو کے بارے میں کتنی ہی ایسی روایتیں تاریخ میں موجود ہیں کہ اس نے ہندو تہواروں کے لیے صرف امداد ہی نہیں دی بلکہ عقیدت مندی سے شرکت بھی کی ہے۔آخری مغل بادشاہوں میں عالمگیر ثانی (بن احمد شاہ) کا قتل ہوا تو لاش ایک ویران مقام پر پڑی تھی جسے ایک ہندو عورت رام کنور نے پہچان کر حفاظت کی اور قلعے میں پہنچایا چنانچہ شاہ عالم نے اپنے باپ عالمگیر ثانی کی جگہ تخت نشین ہو کر اس عورت کو نہ صرف انعام دیا بلکہ بہن بنایا اور پھر یہ معمول ہو گیا کہ رام کنور قلعے میں آتی تو اسکی خاطر سے سلونو کی رسم قلعے میں منائی جاتی اور تمام ہندوانی رسمیں ادا کی جاتی تھیں۔شاہ عالم کی کلائی پر رام کنور راکھی باندھتی اور اسکا حق بادشاہ ادا کرتا۔یہ رسم بعد میں بھی قائم رہی اور اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں رام کنور کی بیٹی کے ساتھ یہی تمام رسمیں ادا کی جاتی رہیں

بہادر شاہ ظفر ہندوؤں کے تہواروں میں بڑی لگن اور رواداری سے حصہ لیتے۔اکبر کے زمانے سے ان تہواروں کے منانے کی جو رسم قائم ہوئی وہ آخر تک رہی۔اکبر کے

---

(۱) محمود بنگلوری: تاریخ سلطنت خداداد

زمانے میں رکھشا بندھن کے موقعے پر امراء اسکے ہاتھ پر جواہرات کی ڈوری باندھتے تھے (۱) جب اسکے تکلفات بہت بڑھ گئے تو صرف ریشمی دھاگے باندھنے کا حکم دیا گیا (تزک جہانگیر ص ۱۲۱)۔

دسہرے کے موقعے پر گھوڑوں اور ہاتھیوں کے سجانے کی رسم عالمگیر کے زمانے میں بھی باقی رہی (۲)۔ بہادر شاہ کے زمانے تک ان تہواروں کے نوعیت اور بھی دلچسپ ہو گئی کتاب "بزم آخر" میں انکی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ بہادر شاہ نہ صرف ہونے چاندی میں تولے جاتے بلکہ قلعے کے برجوں پر روشنی ہوتی، باجے بجتے اور طرح طرح کی رسمیں اور تماشے ہوتے۔ اسی سماجی یک جہتی اور میل جول کا نتیجہ تھا کہ کبھی مذہب کے نام پر فساد نہیں ہوا۔ صرف ایک مثال فرخ سیر کے عہد میں (احمد آباد) ہولی کے موقعے پر ملتی ہے جسے سختی سے دبا دیا گیا (سیر المتاخرین ج ۲ ص ۳۹۸) ورنہ پورے مغل دور میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

---

(۱) بدایونی: منتخب التواریخ ج ۲ ص ۲۶۱

(۲) عالمگیر نامہ ۹۱۴